ISSN 0971-9288

اردو بک ریویو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہ فکرِ معیشت، نہ عشقِ بتاں سے
مگر جاگتے رات کٹتی ہے ساری

بابائے اردو عبدالحق

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPER FOR INDIA UNDER NUMBER 63106 / 95
URDU BOOK REVIEW, NEW DELHI-110 002
ISSUE NUMBER 67-68 VOL. VI MAY- JUNE 2001

A Responsible Centre of Computerised Colour Designing Scanning & Processing

Specialists in :
Titles, Calendars, Folders, Posters, New Year Diaries etc.

Urdu & Arabic Graphics Are Exclusively Done

Contact
NIHAL
3250560
3241711

S.K. ENTERPRISES
2715, Ist Floor, Kucha Chellan
Darya Ganj, New Delhi-110002
Email : sk_enterprise@usa.net

ISSN 0971-9288

ماہنامہ
اردو بک ریویو نئی دہلی
URDU BOOK REVIEW

جلد : ۶
شمارہ : ۶۷۔۶۸
مئی، جون ۲۰۰۱ء

مدیر
عارف اقبال

نمائندے

☆ ڈاکٹر غنی الاکرم سبزواری (مکہ مکرمہ)
☆ علیم خاں فلکی (جدہ)
☆ رضوان احمد فلاحی (لندن)
☆ خالد اعظمی (کویت)
☆ حافظ محمد سجاد تتر الوی (پاکستان)
☆ سید شجاعت بخاری (کشمیر)

زر تعاون:

عام شمارہ : =/20 روپے
سالانہ : =/100 روپے
تاحیات : =/3000 روپے
پاکستان و بنگلہ دیش : =/200روپے (سالانہ)
دیگر ممالک : 15 امریکی ڈالر (سالانہ)

ڈرافٹ پر صرف
"URDU BOOK REVIEW"
تحریر کریں۔

سرورق پر

بابائے اردو مولوی عبدالحق کا ایک شعر
معروف خطاط یوسف دہلوی کے قلم سے۔
بہ شکریہ: تذکرۂ خطاطین ص:۸۲
از: محمد راشد شیخ (کراچی)

رابطہ کا پتہ:
1739/3(Basement) New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj
New Delhi-110002
Ph:3289268
Fax: 3285992 Attn. URDU
e.mail:urdubookreview@urdunet.com

کمپیوٹر کمپوزنگ: اردو بک ریویو، ڈی ٹی پی ڈویژن
کمپوزیٹر: عبدالرحمٰن قاسمی

ممبر آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد عارف اقبال نے ثمر آفسٹ پرنٹرز، 1788، کلاں محل، دریاگنج، نئی دہلی۔110002 سے چھپوا کر
دفتر "اردو بک ریویو" 1739/3، پٹودی ہاؤس، دریاگنج، نئی دہلی۔110002 شائع کیا۔

اہل قلم اور کتابوں کی اشاعت کے خواہشمند حضرات توجہ فرمائیں

فنی مہارت رکھنے والی ٹیم کے ذریعے
طباعت واشاعت کے تمام مراحل اور جھنجھٹوں
سے نجات حاصل کیجئے

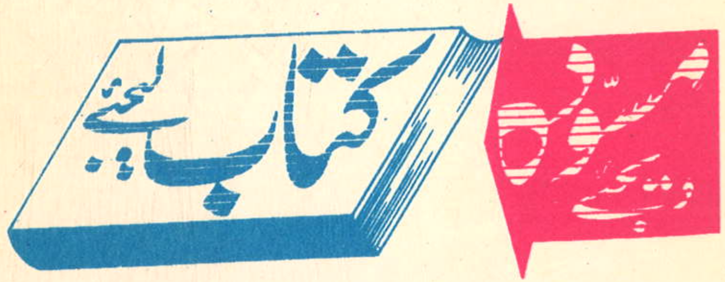

✪ ترجمہ ✪ ایڈیٹنگ ✪ کمپوزنگ ✪ پروف ریڈنگ
✪ آرٹ ورک ✪ پروسسنگ ✪ کاغذ کی خریداری ✪ طباعت ✪ جلد بندی

ہر قسم کی ڈائریوں اور کیلنڈر کی معیاری اسکیم و طباعت

طباعت واشاعت سے قبل مناسب مشورے بھی دیئے جاتے ھیں

دیگر ناشرین کی کتابیں بھی سپلائی کی جاتی ھیں

رابطہ
Director
APPLIED PUBLICATIONS PVT. LTD.
Publishing Consultants, Publishers & Distributors
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel
Patudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002
Phone : 3289268

ترتیب

ادارىه "اردو ناشرین کی اخلاقی حالت" ۳

قارئین کے تأثرات ۷

علم و ادب: مسلمانوں کا ذوق کتاب داری ۱۱

کسوٹی : وزارت انسانی وسائل و فروغ کا نیا "ویدک فارمولہ" ۱۴

بیسویں صدی کا عظیم ادیب: ابن صفی ۱۶

تبصرہ کتب:

- مجلّہ سہ ماہی علوم القرآن ۱۷
- فلسفہ، سائنس اور قرآن ۱۸
- مجلّہ علوم القرآن ۱۹
- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور تصوف ۲۱
- انشائے ماجد یا لطائف ادب ۲۳
- قاضی نور اللہ شوستری کا تجاہل عارفانہ ۲۵
- ڈاکٹر ذاکر حسین: حیات و خدمات ۲۶
- غیر مسلم ذہن کے شبہات ۲۸
- تخلیق آدمؑ؟ ۲۹
- امراؤ طارق: شخصیت اور فن ۳۰
- پروفیسر عبدالواسع: فن اور شخصیت ۳۱
- کلکتے کا عصری ادب نمبر ۳۲
- مقالات: قومی سرسید سیمینار ۳۳
- وفیات مشاہیر اردو ۳۵
- پارس (ناول) ۳۶
- بہار میں اردو ڈرامہ: آزادی کے بعد ۳۸
- آخری گھڑے کا پانی (تنقید) ۳۹
- ہندو مندر اور اورنگ زیب کے فرامین ۴۰
- سخن ہائے گفتنی ۴۱
- ساوتری گوسوامی کے افسانے ۴۲
- مضامین نو ۴۳
- آسماں اے آسماں (شعری مجموعہ) ۴۴
- تنویر خیال (شعری مجموعہ) ۴۶
- فصیل شب (شعری مجموعہ) ۴۷

تعارف وتبصرہ:

- آؤ نماز پڑھیں ۴۹
- بچے پھول ہوتے ہیں ۴۹
- ساز جرس (شعری مجموعہ) ۵۰
- شہر نو (سہ ماہی رسالہ) ۵۰
- بزم ادب (خواتین کا رسالہ) ۵۱
- موج ادراک (شعری مجموعہ) ۵۱
- نماز محبت (شعری مجموعہ) ۵۲

موضوعاتی فہرست:

- سہ ماہی مجلّہ "اقبالیات" لاہور (آخری قسط) اپریل ۱۹۶۰ء۔ جولائی ۱۹۹۴ء ۵۳
- سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ (جنوری تا دسمبر ۲۰۰۰ء) ۵۵

تحقیقی مقالات:

- فہرست پی ایچ۔ڈی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی شعبہ اردو، نئی دہلی ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۸ء ۵۷

شخصیات :

- ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (پاکستان) ۶۱
- پروفیسر یونس نگرامی ندویؒ

وفیات (OBITUARIES): ۶۵۔۶۹

● کالی داس گپتا رضا ● ضیا حسنی ● انور ہاشمی ● مولوی محمد شبیر ندوی ● انجم رومانی ● صابر کمال ● قاری عبدالغفور ● صادق علی ● سید اقبال مہدی ● سعیدہ بانو ● سید شاہ فرید الحق ● پروفیسر نظیر صدیقی ● ضیاء اللہ ثنائی۔

فہرست مترجمین : ۷۱

نئی کتابیں New Arrivals ۷۳۔۷۷

کتابیں موصول ہوئیں

Acknowledgememts ۷۹۔۸۰

□☆□

مضمون نگار یا مبصر کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

اداریه

بسم اللہ الرّحمٰن الرَّحیم

اردو ناشرین کی اخلاقی حالت

معروف مورخ ابن خلدون کے بقول: "فن طباعت (وراقیت و نساخیت) ہر زمانے میں باعزت پیشہ تصور کیا جاتا رہا ہے۔" لیکن موجودہ صدی میں جسے "انفارمیشن دھماکے کی صدی" کہا جاتا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ پیشہ (طباعت و اشاعت) ابھی بھی باعزت رہ گیا ہے۔ شاید اسی اندیشے کے تحت ابن خلدون نے وسیع تناظر میں یہ بات بھی کہی تھی کہ "عام طور پر یہ خیال کہا جاتا ہے کہ بعض پیشے (Professions) ذلت کا باعث ہوتے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ پیشے دراصل ذلیل نہیں ہوتے بلکہ ذلیل اور جاہلوں کے ہاتھوں میں بیچارہ پیشہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک پڑھا لکھا آدمی جس پیشے کو ہاتھ لگائے گا اس وقت اس میں عزت پیدا ہو جائے گی۔"

ابن خلدون تو بے چارے ۷۸۰ء کے مورخ تھے جن کے زمانے میں ایک کاتب (وراق) ہی طباعت کا کام انجام دے لیتا تھا اور وراقیت سے نساخیت کے مرحلے میں ہی کتاب مکمل ہو جاتی تھی اور ممکن ہے کہ "پڑھا لکھا آدمی" ہونے کا معیار بھی ابن خلدون کے نزدیک کچھ اور ہو۔ لیکن موجودہ صدی میں جس برق رفتاری سے تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں، آٹھویں صدی عیسوی میں اس کا تصور بھی محال تھا۔ اس وقت "ادبی سرقہ" کے اندیشے بھی نہیں کے برابر تھے لیکن آج "ادبی سرقہ" کی اتنی قسمیں معرض وجود میں آچکی ہیں کہ خود اس عنوان پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

ہندوستان اور پاکستان میں اردو ناشروں کے حلقے میں آج ایسے پیشوروں کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوا ہے جن کو بلا اجازت کسی کی کتاب چھاپنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات وہ اپنی حرکتوں پر فخر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کا شمار اب بڑے ناشروں میں بھی ہونے لگا ہے۔ کل کے باعزت اور ذی علم ناشروں کے پاس اب اتنا سرمایہ کہاں ہے کہ وہ موجودہ گلا گھونٹ مسابقت کی دوڑ میں حصہ لے سکیں۔ سرمایہ جس کے پاس ہے اب وہی "باعزت" کہلاتا ہے۔ چونکہ اب "اخلاقی اقدار" کا مفہوم بھی بدل چکا ہے۔ لہٰذا آج کے "باعزت ناشرین" ہر جگہ ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں اور اگر کہیں ناشرین کی تنظیم قائم ہے تو یہی لوگ تنظیم کی کرسی صدارت اور اس کی مجلس عاملہ کی کرسیوں پر متمکن نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان کھوکھلے ناشروں کے قلب میں اتر کر دیکھے تو اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اردو کے یہ ناشرین کس طرح "باعزت پیشے" کا استحصال کرتے ہوئے فریب خوردہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔

حال ہی میں "اِن پیج اردو سافٹ ویئر" کی ایک متنازعہ کتاب پر جب اردو اکیڈمی دہلی نے انعام دینے کا اعلان کیا تو بعض گوشوں سے اس اعلان پر شدید رد عمل کا اظہار کیا گیا۔ لہٰذا راقم الحروف نے "اِن پیج اردو سافٹ ویئر" بنانے والی معروف کمپنی کانسپٹ سافٹ ویئر پرائیویٹ لمیٹڈ کے ڈائرکٹروں سے ملاقات کی۔ کمپنی

کے ذمہ داروں نے اپنی کمپنی کے سافٹ ویئر کی Piracy کا ذکر کیا اور اس ضمن میں یہ بھی بتایا کہ سافٹ ویئر کو استعمال کرنے کے لیے انہوں نے جو یوزر مینوول (User Manual) شائع کیا تھا، دہلی کے ایک ناشر نے کسی ناصر دہلوی کے نام سے شائع کر دیا ہے اور اس کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس متنازعہ کتاب کو انفارمیشن ٹکنالوجی کی ایک اہم کتاب تصور کرتے ہوئے اردو اکیڈمی دہلی نے مصنف کو انعام سے بھی نوازہ ہے۔ لہٰذا میں نے اس تنازع کی حقیقت کو منظر عام پر لانے کے لیے کمپنی کے دو ڈائرکٹرز (مسٹر آر پی سنگھ اور وجے گپتا) سے انٹرویو لیا اور اس کے ساتھ ہی کتاب کے مصنف مسٹر ناصر دہلوی، ناشر مسٹر نعیم حیدر اور اردو اکیڈمی کے سکریٹری جناب منصور عثمانی سے بھی گفتگو کی تاکہ مسئلہ کا ہر پہلو نیز تنازعہ سے متعلق تمام افراد کا موقف واضح ہو جائے۔ یہ انٹرویو قومی آواز، دہلی کے ۲۶/ اپریل ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ انٹرویو کی اشاعت کے بعد ۵/ مئی کو جناب عادل اسیر دہلوی کا ایک مراسلہ بعنوان "کمپیوٹر اِن پیج متنازعہ" قومی آواز، دہلی میں شائع ہوا جس میں انہوں نے اصل کتاب اور مصنف کے بارے میں تفصیل سے اظہار خیال کیا۔ اس مراسلہ کو پڑھ کر میں سناٹے میں آگیا۔ کیوں کہ میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایک معروف شاعر و صحافی کے صاحبزادے "ادبی سرقہ" کی بدترین مثال پیش کریں گے۔ پھر ایک ایسی کتاب کو جسے اردو اکیڈمی، دہلی کی باوقار سلیکشن کمیٹی نے انعام کا مستحق قرار دیا ہو، ایسا کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ اس مراسلہ کو پڑھنے کے بعد میں نے جناب عادل اسیر دہلوی سے رابطہ قائم کیا اور ان سے اصل کتاب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ میرے اصرار اور گزارش پر انہوں نے وہ کتاب مجھے فراہم کر دی تو حقائق بیک نظر سامنے آگئے۔ مجھے کتاب کے ناشر اور مصنف سے زیادہ اس باوقار کمیٹی پر افسوس ہوا جس کے فیصلے "جیوری" سے کم اہمیت کے حامل نہیں ہوتے۔ کم سے کم محبان اردو کا حلقہ یہ ضرور تصور کرتا ہوگا کہ سلیکشن کمیٹی چھان پھٹک کر اپنی پوری معلومات اور علمی تبحر کے ساتھ کسی کتاب کو انعام کا مستحق قرار دیتی ہوگی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد کمیٹی کے تعلق سے خوش فہمی کی ہر دیوار زمین بوس ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔

اطلاعاً عرض ہے کہ ناصر دہلوی کی جس کتاب پر اردو اکیڈمی دہلی نے انعام دیا ہے۔ دراصل وہ کتاب پاکستان کے ایک معروف مصنف جناب شفقت علی کی کتاب "اردو سافٹ ویئر ان پیج۔ اردو کمپوزنگ سیکھیے" (ضخامت ۱۴۴) کا عکسی جعلی ایڈیشن ہے۔ پاکستان میں کمپیوٹر ٹکنالوجی پر اردو کے معروف مصنفوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سافٹ ویئر پر اب تک ان کی تقریباً دس کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو جہانگیر بک ڈپو، اردو بازار، لاہور سے شائع ہوئی ہیں۔ اس ادارہ نے کمپیوٹر کے موضوع پر اب تک تقریباً ۴۱ کتابیں اور دیگر تکنیکی و عوامی موضوعات پر ۸۰ سے زائد کتابیں شائع کی ہیں۔ مذکورہ متنازعہ کتاب بھی جہانگیر بک ڈپو سے شائع کی گئی ہے جس کے ناشر جناب فواز نیاز ہیں۔ لیکن ناصر دہلوی نے کمال عیاری سے اصل کتاب کے تقریباً ۳۰ صفحات کے سافٹ ویئر فیگرز میں جزوی تبدیلی کرا کر کتاب کو ہو بہو اپنے نام سے شائع کرایا ہے۔ جن تیس صفحات میں جزوی تبدیلیاں کی گئی ہیں وہ صفحات کانسپٹ سافٹ ویئر کے یوزر مینول سے اخذ کئے گئے ہیں یا یوزر مینوول کے بعض صفحات کو من و عن کتاب کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ اردو دنیا میں "ادبی سرقہ" کی یہ بدترین مثال کہی جا سکتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ناصر دہلوی آج بھی اپنی بات پر مصر ہیں کہ انہوں نے کوئی سرقہ نہیں کیا ہے اور "اِن پیج

اردو یوزر مینوول" ان کی اپنی تخلیق ہے۔ مسٹر ناصر دہلوی کا تعلق مشہور اشاعتی ادارہ "رہبر کارنر" سے ہے اور جناب حاجی انیس دہلوی مرحوم (مدیر فلمی ستارے اور باجی) کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔

قارئین اگر اصل کتاب کے صرف "حرف اول" اور "کتاب کیسے پڑھیں" کا صفحہ: ۱۰ اور ۱۱ کا موازنہ جعلی ایڈیشن کے صفحات ۱۰ اور ۱۱ سے کریں تو مصنف کے فریب کا اندازہ کرنا آسان ہوگا۔ دونوں کتابوں کے تقابلی مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ متنازعہ کتاب کے ناشر (کتاب والا، دہلی) نے یہ بھی زحمت گوارہ نہیں کی کہ کتاب کی از سر نو کمپوزنگ کرالی جائے۔ لہٰذا دونوں کتابوں (اصلی اور جعلی) میں ایک ایک سطر نہیں بلکہ ایک ایک حرف آپ کو اپنی جگہ یکساں Punctuation کے ساتھ نظر آسکتا ہے۔ ان حقائق کے انکشاف کے بعد اب یہ کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ مصنف نے ناشر اور اردو اکیڈمی دونوں کو دھوکہ دیا ہے بلکہ اس جرم میں مصنف اور ناشر دونوں برابر کے شریک محسوس ہوتے ہیں۔ البتہ مصنف کا جرم زیادہ سنگین اس لیے ہو جاتا ہے کہ اس نے اردو اکیڈمی دہلی میں جو تصدیق نامہ (انعامی فارم کی شکل میں) اپنی کتاب کے ساتھ جمع کرایا ہوگا اس پر صرف مصنف کے دستخط موجود ہوں گے۔ اس انداز کی ایک حرکت دہلی کے کسی "میاں عابد احمد" سے بھی سرزد ہوئی تھی جنہوں نے پاکستان کے معروف محقق و مصنف جناب عطش درّانی کی مشہور کتاب "سائنس میں مسلمانوں کی خدمات" کو اپنے نام سے شائع کرایا تھا۔ اس کتاب کے ناشر کا نام "اسلامک پبلشنگ کمپنی" ہے اور یہ ادارہ آج بھی مٹیا محل دہلی میں قائم ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اردو بک ریویو، شمارہ مئی۔ جون ۱۹۹۷ء، صفحات: ۵۶۔۵۷)۔ اس کتاب میں ناشر یا میاں عابد احمد نے عطش درّانی کا نام ہٹا کر اپنا نام چسپاں کر دیا تھا اور اصل کتاب کا عکسی جعلی ایڈیشن شائع کیا گیا تھا۔

ایسا لگتا ہے کہ اس طرح کے اردو ناشرین کا حلقہ چند سکوں کی خاطر اب ایسی قبیح حرکتوں پر اتر آیا ہے جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ اگر قریب سے مشاہدہ کیا جائے تو معدودے چند کے سوا سبھی اس حمام میں ننگے نظر آتے ہیں۔ ایسے اردو ناشرین کو کب فکر ہوگی کہ ان کی اس طرح کی حرکتوں سے نہ صرف ان کی رسوائی ہوتی ہے اور اردو حلقے کا وقار مجروح ہوتا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر خود ہمارے ملک کی کیا تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ اس طرح کے ناشرین یہ بھی دعویٰ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ دراصل وہی اردو کے اصل خدمت گار ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ عہد کے اردو ناشرین کا مستقبل کیا ہے؟ اور اس سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا یہ ناشرین جو اردو کی خدمت کا دم بھرتے ہوئے نہیں تھکتے، ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ نئی نسل کی آبیاری میں کوئی تعمیری رول ادا کر سکیں؟ ایک سوالیہ نشان اردو اکیڈمی کے ان دانشوروں اور فاضل ادیبوں پر بھی لگ گیا ہے جن کی دانشوری اور ادبی و علمی مہارت پر اردو قوم کے مخلصین اندھا اعتماد کرتے ہیں اور متنازعہ کتاب کی حقیقت منکشف ہونے کے بعد بھی اردو اکیڈمی، دہلی کی پر اسرار خاموشی معنی خیز محسوس ہوتی ہے۔

—عارف اقبال

□☆□

سیرت اصحاب رسولؐ

بلال حبشیؓ ـــــــــ **عزیز ملک**

موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی حالات زندگی کا مختصر مگر دل گداز تذکرہ

□سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ □صفحات: ۸۸ □قیمت: ۱۲ روپے

حیات ابو بکر صدیقؓ ـــــــــ **شیخ علی طنطاوی**

ثانی اثنین، یار غار، خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مبارک زندگی کے مکمل حالات اور بصیرت افروز سوانح

□سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ □صفحات: ۳۶۸ □قیمت: ۵۵ روپے

ذوالنورین حضرت عثمانؓ ـــــــــ **مولانا عامر عثمانیؒ**

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کی حالات زندگی پر مختصر مگر مدلل گفتگو، شگفتہ انداز بیان مولانا عامر عثمانی کے قلم سے۔

□سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ □صفحات: ۶۳ □قیمت: ۱۵ روپے

سیرت صحابہؓ ـــــــــ **ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا**

ترجمہ: مولانا اقبال احمد قاسمی

مصر کے مشہور عالم دین و ممتاز ادیب و دانشور ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا کے قلم سے اٹھاون صحابہ کرامؓ کی بصیرت افروز حالات زندگی۔ اندازِ بیان منفرد، پرسوز اور موثر ـــ اور ترجمہ سادہ، شگفتہ اور دلنشیں

□سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ □صفحات: ۶۰۸ □قیمت: ۱۴۰ روپے

حضرت عثمان غنیؓ ـــــــــ **عرفان خلیلی**

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ اور داماد حضرت عثمان غنیؓ ذی النورین کی مختصر اور جامع سوانح حیات۔ جس میں پیدائش سے لیکر جوانی اور بڑھاپے، ہجرت و شہادت اور خلافت وسخاوت کے تمام واقعات سمودئے گئے ہیں۔

□سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ □صفحات: ۸۰ □قیمت: ۱۶ روپے

حضرت علی رضی اللہ عنہ ـــــــــ **عرفان خلیلی**

پیارے نبیؐ کے چوتھے خلیفہ، برادرِ عم اور داماد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مختصر اور جامع سوانح حیات ـــ جس میں پیدائش، جوانی، بڑھاپا اور بہادری، شجاعت، ہجرت، رفاقت اور شہادت وغیرہ کے تمام موضوعات و واقعات سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔

□سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ □صفحات: ۶۴ □قیمت: ۱۲ روپے

اردو انگریزی فہرست کتب کے لیے لکھیں

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

D-307، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ 110025

فون: 6317858, 6911652 فیکس: 6820975، ای میل: mmipub.@nda.vsnl.net.in

Advtt. UBR-2001

قارئین کے تأثرات

ماہنامہ "اردو بک ریویو" نئی دہلی، اردو قارئین کو اردو میں شائع ہونے والی تازہ ترین کتب سے روشناس کرانے میں ایک قابل قدر خدمت انجام دے رہا ہے، جس سے اردو طلبا ریسرچ اسکالرز اور نئی نسل کے اردو شعراء سبھی کماحقہ استفادہ کرسکتے ہیں۔ اس کا تازہ ترین شمارہ (مارچ۔اپریل ۲۰۰۱ء) ہمارے سامنے ہے۔ اس شمارے میں جن مصنفین و مبصرین کے رشحات قلم ہماری توجہ اپنی طرف کھینچتے ہیں ان میں "نایاب ہیں ہم" پر ساحل احمد کا تعارف و تجزیہ، "نشیب و فراز۔ سوانح حیات" پر محمود عالم کا تبصرہ، "ہم عصر اردو ادب نمبر" پر ڈاکٹر خلیق انجم کا تبصرہ اور "ادب کہانی ۱۹۹۶ء" جس کے مصنف انور سدید ہیں پر ڈاکٹر ابرار رحمانی کا تبصرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محمود عالم "نشیب و فراز" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ کتاب اگرچہ ایک سول انجینئر اور تجارت پیشہ پروپرٹی ڈیلر اور بلڈر کی لکھی ہوئی ہے لیکن عبارت اس قدر رواں، سلیس، عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں ہے کہ اس پر ایک کہنہ مشق ادیب اور سلجھے ہوئے دماغ کی تحریر کا گمان ہوتا ہے۔" مبصر محمو عالم مزید لکھتے ہیں کہ "سوانح نگار جناب محمد ابوالفضل فاروقی اپنی سوانح حیات لکھنے کی وجہ خود ہی بیان فرماتے ہیں: "میری اس سوانح کا محرک اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کاروبار سے وابستہ شخص کی زندگی کے تلخ و شیریں واقعات، تجربات اور احساسات سے نئی نسل واقف ہو جائے۔"

ہندوستان کے شائع ہونے والے رسائل و جرائد میں چند کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ کئی دہائیوں کو محیط ہوں اور اس کے باوجود تواتر سے شائع ہو رہے ہوں۔ ممبئی سے نکلنے والا ماہنامہ "شاعر" ایسا ہی ایک اہم رسالہ ہے جو ۱۹۳۰ء میں جاری ہوا تھا جس نے علامہ سیماب اکبر آبادی سے لے کر اعجاز صدیقی مرحوم سے ہوتے ہوئے موجودہ مدیر افتخار امام صدیقی تک کئی نسلوں کی آبیاری کی ہے۔ "اردو بک ریویو" کے زیر نظر شمارہ میں "شاعر" کے "ہم عصر اردو ادب نمبر" پر مشہور محقق و ادیب ڈاکٹر خلیق انجم نے بجا طور پر لکھا ہے کہ شاعر کا یہ "ہم عصر اردو ادب نمبر" اردو کے تمام خاص نمبروں سے بالکل جدا ہے... یہ کسی ایک ادبی نقطۂ نظر، تحریک یا قاعدے کی نمائندگی نہیں کرتا۔ اس خاص نمبر میں نہ ترقی پسندوں کی حمایت کی گئی ہے نہ جدیدیوں کی، اس میں تو اردو میں جو کچھ لکھا گیا ہے کسی بھی نقطہ نظر سے لکھا گیا ہے، ایک ایسا انتخاب پیش کر دیا گیا ہے، جو عصری ادب کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔" ڈاکٹر ابرار رحمانی، انور سدید کی کتاب "ادب کہانی ۱۹۹۶ء" پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسے ایک اہم کام تو قرار دیتے ہیں مگر اس بات سے نالاں نظر آتے ہیں کہ انور سدید سال بہ سال ادب کا جائزہ کم اور کھتونی زیادہ پیش کرتے ہیں۔ ابرار رحمانی لکھتے ہیں: "ناچیز کے خیال میں بہتر یہ ہے کہ ایک دہائی یا دو دہائی کی قید کے ساتھ کچھ اس طرح جائزہ لیں کہ اس دور کی تمام اہم اور قابل اعتبار چیز بس سامنے آجاتیں اور کسی قابل ذکر ادیب اور کسی بڑے نامور ادیب یا شاعر نے غیر معیاری یا سطحی تخلیق کی ہے تو وہ بھی سب پر عیاں ہو جائے۔ پھر اس دور میں ادیبوں کا عام اور نمایاں رجحان کیا رہا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی جائے تو یہ خاصے کی چیز ہوگی۔□

عابد کرہانی

(معاون مدیر "یوجنا اردو")

J-7، سی جی ایچ کمپلیکس، وسنت وہار، نئی دہلی

"اردو بک ریویو" کا شمارہ جنوری۔ فروری ۲۰۰۱ء دیکھا۔ ہر شمارہ بے حد معلوماتی ہوتا ہے۔ اردو دنیا کا نقیب اور مخبر! کتابوں کی گیدرنگ میں جانا ہو تو "اردو بک ریویو" کا مطالعہ معاون و مفید ہے۔ کارڈ لکھنا اس لیے ضروری تھا کہ آپ نے سابقہ تبصروں کی جو صفحہ ۵۸۔۵۹ پر فہرست دی ہے "دام تحریر" (افسانے) لکھا ہے۔ یہ

نام جلیس سہوانی ہے (سہسرامی نہیں)۔ □

جلیس سهسوانی

مدیر "گل کدہ"

سہسوان (بدایوں) 243638

✍... اب تک جتنے رسائل میری نظروں سے گزرے ہیں ان میں یہ اپنی نوعیت کا واحد رسالہ ہے۔ جس کا انداز بیان، طرز تحریر اور حسن ترتیب اس خوبی کا حامل ہے۔ خاص کر ہندوپاک سے شائع ہونے والی اسلامی، علمی، اصلاحی اور ادبی کتابوں کی جانکاری آپ کے مجلّے کو دیگر مجلوں سے ممتاز کردیتی ہے۔ عوام میں خواہ اس کی پذیرائی ہو یا نہ ہو علمی حلقوں میں بہر حال سراہا جائے گا۔ □

محمد جابر حسین شرقی

مختار اشرف لائبریری، جامع اشرف

درگاہ کچھوچھہ شریف، ضلع امبیڈکر نگر، 224155

✍... "اردو بک ریویو" نظر سے گزرا، اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوا کہ یہ رسالہ عالمی حیثیت کا حامل ہے اور شاید یہ واحد رسالہ ہے جس میں دنیا میں اردو کو دی جانے والی ترقی کی خبریں ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ نئی کتابوں سے متعلق تازہ خبریں اور پتہ جات بھی قارئین کے لیے انتہائی قیمتی ہیں۔ □

محمد مجاهد الاسلام

پوسٹ نورپور، بیگوسرائے 851114

✍... "اردو بک ریویو" کے ایک قدیم شمارہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ اردو رسائل و جرائد کی بھیڑ میں بلاشبہ یہ منفرد رسالہ ہے جو نہ صرف یہ کہ اپنے قارئین کو بیک وقت ڈھیر ساری کتابوں سے متعارف کراتا ہے بلکہ رسائل و جرائد اور ادب کے مختلف گوشوں کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی رہی کہ اب تک مشرقی یوپی کی مایہ ناز دینی درسگاہ جامعہ عالیہ عربیہ کے طلباء کی انجمن اس سے نابلد رہی۔ □

حمّاد ظفر

سکریٹری انجمن تہذیب البیان

الجامعۃ العالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن 275101

✍ "اردو بک ریویو" کا تازہ شمارہ بابت جنوری، فروری ۲۰۰۱ء موصول ہوا۔ ماشاء اللہ آپ "اردو بک ریویو" کو بہت جاں فشانی اور ذہانت کے ساتھ مرتب کر رہے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ اردو زبان کا حق ادا کر رہے ہیں۔ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ □

ارشد صدیقی

"دانش کدہ" C-63، باغ امراؤ دلہا کالونی، بھوپال۔10

✍ "اردو بک ریویو" مارچ۔اپریل ۱۹۹۹ء شہر ریاض (سعودی عرب) میں میرے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ اس سے قبل میں اس مؤقر رسالہ سے ناواقف تھا۔ یہ میری بدنصیبی تھی۔ رسالہ کیا ہے؟ معلومات کا خزانہ، اردو رسالوں میں اس کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ اس کے موضوعات ہوں یا اردو دنیا کی معلومات، کتابوں کے تعارف ہوں یا ان پر کئے گئے متوازن تبصرے۔ شخصیات و وفیات پر معلومات افزاء تحریریں ہوں یا تازہ بتازہ اردو دنیا کی خبریں۔ نئی شائع شدہ کتابوں کی جانکاری ہو یا موضوعاتی فہرست۔ قدردان علم و ادب کے لیے اندھیروں میں ایک روشنی ہے۔

یہ تو ایک گلدستہ ہے جس میں ہر رنگ کے پھول اپنی بھینی بھینی خوشبو سے مسام جان و جسم کو معطر کر رہے ہیں۔ یقین جانئے میں تو مست ہو گیا۔ ظاہری و معنوی دونوں اعتبار سے خوبصورت رسالہ نکالنے پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو گھر گھر پہنچائے۔ ترقی دے، مقبولیت دے اور آپ کی کاوشوں کو کامیابی سے ہم کنار کرے۔ آمین □

ایس ایل قادری

پوسٹ بکس نمبر 52873 ریاض 11573 (K.S.A.)

✍ "اردو بک ریویو" اردو دنیا میں ایک اہم اضافہ ہے۔ بدقسمتی سے تاخیر سے پتہ چلا، جاری فرمائیں۔ □

اے۔کے۔کے سنجری

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو
S.S. University Regl. Centre
Naduvathur-673330 Quilandy, Kerala

✍ "اردو بک ریویو" کا شمارہ مارچ۔اپریل ۲۰۰۱ء نظر سے گزرا۔ صفحہ ۶۴ پر وفیات میں محمد اطہر نفیس سندیلوی کی تاریخ وفات ۲۸ر فروری ۲۰۰۱ء پڑھ کر عجیب سا لگا۔ واضح ہو کہ نفیس صاحب مرحوم کے ساتھ "پروفیسر" لفظ مطلقاً استعمال نہ ہونا چاہئے۔ کیوں کہ نفیس صاحب مرحوم التفات رسول انٹر کالج، سندیلہ، ضلع ہردوئی، (یو۔پی) میں محض ہائی اسکول کی سطح تک کے اردو کے استاد تھے۔ میں نے ان سے نویں اور دسویں درجے میں اردو پڑھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نفیس صاحب کا انتقال ۲۸ر فروری ۲۰۰۰ء بروز دوشنبہ بعد العصر (تقریباً پانچ بجے) ہوا تھا اور تدفین ۲۹ر فروری ۲۰۰۰ء بروز منگل بعد نماز ظہر ان کے آبائی قبرستان واقع پرانہ مدرسہ میں ہوئی تھی۔ مجھے تعجب ہے کہ کس شخص نے اتنی غلط تاریخ یعنی ٹھیک ایک سال بعد کی تحریر بغرض اشاعت آپ کو فراہم کی۔ □

سعید احمد سندیلوی

اترپردیش اردو اکادمی

وبھوتی کھنڈ، گومتی نگر، لکھنؤ 226010

نوٹ: نفیس صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر ہفت روزہ "ہماری زبان" نئی دہلی سے حاصل کی گئی تھی جو انجمن ترقی اردو (ہند) کا ایک مؤقر اخبار ہے۔ اس غلطی پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ (مدیر)

✍ آپ کا اداریہ "اردو کی زمین بدل چکی ہے" کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آزادیٔ وطن کے بعد کے آپ نے لیل و نہار کا مطالعہ بنظر غائر کیا ہے۔ تب ہی تو حقائق حال کا سراغ ملا ہے۔ اور کس کس انداز سے "قومی زبان ہندی" کے نفاذ کی آڑ میں اردو کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ حالات حاضرہ کے سیاست دانوں کی حکمت عملی کی شہادت بحسن و خوبی دیتے ہیں۔ اردو اکیڈمیوں سے جریدے نہایت تساہلی کے ساتھ نکل رہے ہیں۔ ماہنامہ سے سہ ماہی ہو کر بھی سال دو سال پر نکلتے ہیں۔ بہار اردو اکیڈمی سے "زبان و ادب" کس رفتار سے نکل رہا ہے؟ ہم سب دیکھ رہے ہیں۔ بمبئی سے "قومی راج" اور "امکان" کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ کبھی میں بھی ان رسالوں میں چھپتا تھا۔ "پاسبان" اور "پرواز ادب" کا بھی وہی حال ہے۔ عرصۂ دراز سے کشمیر سے "شیرازہ" اردو رسالہ نکلتا تھا۔ وہ بند ہے۔ اس میں میرے سنجیدہ مضامین اور مقالے شائع ہوتے تھے۔ وہاں کشمیری زبان اور اردو کا لفڑا برپا کر کے اردو جریدہ بند کر دیا گیا۔ ہمارے اردو کے پروفیسر کے لڑکے اردو زبان سے نابلد ہیں۔ آپ نے عریاں حقیقت کو واشگاف کیا ہے اور بالکل درست اندیشہ طشت از بام کیا ہے کہ

اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم دو
مر نہ جائے زباں دیکھتے دیکھتے

ممبئی کے ڈاکٹر ریحان انصاری صاحب کا مضمون "مردم شماری کے فارم میں شیطانی گڑ" انقلاب ممبئی والا بھی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ □

ایم عالم (ایم۔اے)

کالی باغ، بتیا، چمپارن (بہار)

✍ آپ کا دھیان "اردو بک ریویو" شمارہ جنوری۔فروری ۲۰۰۱ء میں شامل تبصرہ (کتاب اسرار طریقت) صفحہ ۲۳ کی جانب مبذول کرنا چاہتا ہوں۔

مبصر محترم جناب نوشاد عالم چشتی نے اقبال کے شعر "قم باذ اللہ" کے دونوں مصرعہ غلط لکھے ہیں۔ مبصرین کی تحریر پر ادارہ کی جانب سے ایک نظر ڈالنا نہایت ضروری ہے کیوں کہ "اردو بک ریویو" مستقبل کے لیے Research & Reference Magazine ثابت ہوگا۔ اور کل کا کوئی "ماہر اقبالیات" اس غلط لکھے شعر کو بھی اقبال کے کلام میں شامل کرلیگا۔ صحیح شعر کے ساتھ اعتذار شائع فرمانے کی زحمت ضرور کریں۔

سید آفتاب علی (آزاد جرنلسٹ)

A-29 نیو آزاد پورم، ہارٹ لین کالج روڈ، عزت نگر، بریلی۔243122

نوٹ: قارئین سے معذرت کے ساتھ علامہ اقبال کا درست شعر ملاحظہ فرمائیں (مدیر)

"قم باذن اللہ" کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن □

Admission-2001/02

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

(پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت ۱۹۹۸ء میں قائم مرکزی یونیورسٹی)

نظامت فاصلاتی تعلیم

اعلان داخلہ۔ 2002-2001

اردو ذریعہ تعلیم اور فاصلاتی طریقے سے درج ذیل کورسوں میں داخلے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں:

① بی اے / بی ایس سی / بی کام سال اول میں داخلہ بذریعہ اہلیتی امتحان۔

رسمی تعلیمی قابلیت نہ رکھنے والے امیدواروں کو بی۔اے / بی کام / بی۔ایس۔سی میں داخلے کے لیے اہلیتی امتحان میں کامیابی حاصل کرنی ہوگی۔ یہ امتحان 19/ اگست 2001 بروز اتوار کو یونیورسٹی کے 47 اسٹڈی سنٹروں اور بعض دیگر مقامات پر منعقد ہوگا۔ امیدواروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ یکم جنوری 2002 کو اپنی عمر کے 18 سال مکمل کرلیں۔ اہلیتی امتحان کے لیے خانہ پری کی ہوئی درخواست مع رجسٹریشن فیس 100 روپے وصول ہونے کی آخری تاریخ 21/ جولائی 2001 ہے۔

② بی اے / بی ایس سی / بی کام میں راست داخلہ ③ چھ ماہی سرٹیفکیٹ پروگرام برائے کمپیوٹنگ

کورس نمبر 2 اور 3 کے لیے ایسے امیدوار درخواست دینے کے اہل ہیں جنہوں نے کسی مسلمہ بورڈ / ادارے / یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ یا 2+10 یا ان کے مساوی امتحان میں کسی بھی ذریعہ تعلیم سے کامیابی حاصل کی ہو۔ انٹرمیڈیٹ کے مماثل قرار دیئے گئے کورسوں کی فہرست پراسپکٹس (Prospectus) میں شائع کی گئی ہے۔ خانہ پری کی ہوئی درخواست وصول ہونے کی آخری تاریخ 15 نومبر 2001 ہے۔

نوٹ: بی ایس سی پروگرام صرف حیدرآباد، نظام آباد، بنگلور، گلبرگہ، ناندیڑ اور ممبئی میں اور کمپیوٹنگ پروگرام صرف حیدرآباد، کرنول، بنگلور، بھیونڈی اور ممبئی میں۔

چھ ماہی سرٹیفکیٹ پروگرام برائے

④ اہلیت اردو بذریعہ انگریزی ⑤ اہلیت اردو بذریعہ ہندی ⑥ غذا اور تغذیہ

کورنس نمبر 4، 5 اور 6 میں داخلہ کے لیے کسی رسمی تعلیمی قابلیت یا اہلیتی امتحان میں کامیابی کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ امیدواروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ یکم جنوری 2002 کو اپنی عمر کے 18 سال مکمل کرلیں۔ خانہ پری کی ہوئی درخواست وصول ہونے کی آخری تاریخ 15 نومبر 2001 ہے۔

یونیورسٹی اور اس کے پروگراموں سے متعلق تفصیلی معلومات پراسپکٹس میں فراہم کی گئی ہیں۔ بی اے / بی ایس سی / بی کام کورسوں کے لیے پراسپکٹس مع درخواست فارم کی قیمت شخصی طور پر حاصل کرنے کی صورت میں 35 روپے اور بذریعہ ڈاک 40 روپے ہے۔ کسی بھی سرٹیفکیٹ کورس کے لیے پراسپکٹس مع درخواست فارم کی قیمت نقد ادا کرنے پر 10 روپے اور بذریعہ ڈاک 15 روپے ہے۔ بذریعہ ڈاک پراسپکٹس منگوانے کے لیے مطلوبہ رقم کا بینک ڈرافٹ **مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی** کے نام جو حیدرآباد میں قابل ادا ہو، صرف نیچے دیے گئے پتے پر ہی ارسال کریں۔

ڈائرکٹر، ڈسٹینس ایجوکیشن، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، ڈیلکس کالونی، ٹولی چوکی، حیدرآباد 008 500

Director, Distance Education, Maulana Azad National Urdu University,
Deluxe Colony, Toli Chowki, HYDERABAD-500008

پروفیسر محمد سلیمان صدیقی، رجسٹرار اور ڈائرکٹر (انچارج) ڈسٹینس ایجوکیشن

علم و ادب

مسلمانوں کا ذوق کتاب داری

پروفیسر سید محمد سلیم☆

طبعی لحاظ سے عرب ایک بے آب و گیاہ ریگستان تھا۔ علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بھی بنجر تھا۔ مگر اسلام کے آنے کے بعد عرب میں علوم و فنون کی فصل بہار لہلہا اٹھی۔ علوم کی ایجاد و اختراع میں عربوں نے کسی ہمسایہ قوم کے سامنے زانوے تلمذ تہ نہیں کیا۔ تمام علوم ان کے طبع زاد ہیں اور خداداد ہیں۔

قرآن مجید کی پہلی وحی جو نبی کریم ﷺ پر ناول ہوئی وہ یہ ہے: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (علق ۹۶:۱) پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا...... اس کے بعد جو وحی نازل ہوئی وہ یہ ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (القلم ۶۸:۱) ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔

مسلمانوں میں پڑھنے لکھنے کی تحریک قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ سے ہوئی ہے۔ ان آیات کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کوہ صفا پر واقع حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ صحابی کے گھر میں ایک مخفی مدرسہ جاری فرمادیا تھا۔ یہاں نو مسلم صحابہ آتے تھے اور قرآن مجید کی نازل شدہ آیات یاد کرتے تھے۔ یہ اسلام کا پہلا مدرسہ تھا۔

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آزاد فضا میسر آگئی۔ وہاں سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر کی۔ اس کے ساتھ ایک صفہ (چبوترہ) بھی تعمیر کرایا۔ یہ تھا اسلام کا پہلا باقاعدہ مدرسہ۔ اس طرح مسجد کے ساتھ مدرسہ کا تعلق روایت بن گیا۔ اس کے بعد جہاں جہاں مسلمانوں کے قدم پہنچے اور مساجد تعمیر ہوئیں وہاں مدارس بھی قائم ہوگئے۔ مثلاً بصرہ ۱۴ھ، کوفہ ۱۴ھ، بیت المقدس ۱۷ھ وغیرہ۔

کتب نویسی کی تحریک کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس فرمان سے فروغ حاصل ہوا ہے جس میں انہوں نے احادیث رسولؐ جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ صحابہؓ اور تابعینؒ نے بڑی محنت و مشقت سے احادیث جمع کیں۔ پھر ان کی تدوین، ترتیب اور تنقیح میں مدتیں بلکہ صدیاں صرف کردیں۔ زوال بغداد تک مسلمانوں کی نظر میں اعلیٰ اور اشرف علم، علم حدیث تھا۔ مسلمانوں کا یہ بڑا قابل فخر کارنامہ ہے۔

کتب نویسی کو صنعت کاغذ سازی سے غیر معمولی تقویت پہنچی۔ یہ صنعت مسلمانوں نے اموی دور میں چینی قیدیوں سے حاصل کی۔ پھر مسلمانوں نے اس صنعت کو فروغ دیا اور ساری دنیا میں پھیلادیا۔ اس کے بعد کتب خانوں کا وجود میں آجانا ایک لازمی امر تھا۔ بنی امیہ کی حکومت کے دور میں بڑے بڑے کتب خانے قائم ہوگئے تھے۔ علامہ شبلی نے لکھا ہے سب سے پہلا کتب خانہ معاویہ بن یزید (۶۴ھ) نے قائم کیا تھا۔ معمر نے بیان کیا ہے کہ خلیفہ ولید ثانی کے عہد میں امام زہری کی کتابیں اونٹوں پر لاد کر لائی گئی تھیں۔ بغداد، دمشق، قاہرہ اور قرطبہ اہل علم کے مراکز تھے۔ بیت الحکمت اور خزانۃ الکتب کے نام سے کتب خانے قائم ہو رہے تھے۔

☆ موصوف پاکستان (لاہور) ایک معروف ماہر تعلیم، درجنوں کتابوں کے مصنف، تنظیم اساتذہ پاکستان کے صدر اور ادارہ تعلیمی تحقیق کے ڈائرکٹر رہے۔ ۲۰۰۰ء کے اواخر میں انتقال فرماگئے۔

مساجد میں علما درس دیتے تھے۔ طلبہ ذوق و شوق سے ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایک استاد سے دوسرے استاد کے درس میں شرکت کرنے کے لیے سفر کرتے رہتے تھے۔ درس و تدریس کے علاوہ علماء، تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ بلادِ اسلامیہ کے دیار و امصار میں علمی سرگرمیاں جاری رہتی تھیں۔

کُتّاب اور خطاط تحسین خط میں مشغول رہتے تھے۔ عباسیوں کے مشہور خطاط ابن مقلہ نے شاہی فرمان قیصر روم کو لکھ کر بھیجا تھا۔ فرمان کی رعنائی اور حسن سے قیصر اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اس فرمان کو اپنے خزانے میں محفوظ کرلیا اور خاص موقعوں پر اس کا مظاہرہ کرتا تھا (ابوحیان توحیدی، علم الکتاب ص ۱۵، ۴۱۲ھ، ترجمہ لاہور ۱۹۶۶ء)

تزئین و آرائش کتب کا فن مسلمانوں میں بہت ترقی کر گیا تھا۔ روشنائی، جدولیں، نقش و نگار، سونے کے پانی سے تیار کئے جاتے تھے۔ ایسی کتابوں کو مطلا اور مذہّب کہتے تھے۔ اندلس میں مسلمانوں کی تباہی کے موقع پر صلیبی مسیحیوں نے کتب خانے نذر آتش کئے تو وہاں سونا پگھل رہا تھا۔ اسی طرح بغداد کی تباہی کے موقع پر تاتاریوں نے جب کتب خانے نذر آتش کیے تھے تو اس وقت بھی سونا پگھل رہا تھا۔ بغداد کا واقعہ مورخ کبیر حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے۔

علوم و فنون کی یہ ساری سرگرمیاں، نقش و نگار کی یہ ساری روایتیں تقریباً سارے عالم اسلام میں فروغ پا رہی تھیں۔ رشک اور رقابت میں ایک علاقے کے علماء، دوسرے علاقے کے اہل علم سے مقابلہ کرتے تھے۔ جاحظ نے ایک کتاب لکھی فضل السود علی البیض (کالوں کی فضیلت گوروں پر) جس میں بعض سندھی علماء کے کارنامے بیان کیے ہیں۔ ابن حزم اندلسی نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں مغاربہ (اندلس اور مراکش) کی علمی سرگرمیوں کا مقابلہ مشارقہ (خراسان، ایران، عراق) کے علماء کی سرگرمیوں سے کیا ہے۔

برعظیم پاک و ہند دولت غزنویہ کے عہد میں عالم اسلام کا جزو بنا۔ بہ تدریج یہاں علمی روایات... مدارس، مساجد، خانقاہیں... درس و تدریس، تصنیف و تالیف کی بساط جم گئی۔ اسی طرح اس سے قبل خراسان میں یہ روایات قائم ہو چکی تھیں۔ یہاں بھی علم کی اور علما کی قدردانی ہونے لگی۔ اس طرح برعظیم کا خطہ خراسان، ماوراء النہر کے ہم پلہ ہو گیا۔ البتہ یہاں کوئی ابن حزم اندلسی جیسا اہل قلم پیدا نہیں ہوا جو اس خطے کے علما کے محاسن اور کارنامے بیان کرتا اور دوسرے خطوں کے علما سے مقابلہ کرتا۔

دولت غزنویہ کا بانی سلطان محمود غزنوی علم دوست سلطان تھا۔ فقہ حنفی میں اس کی ایک تصنیف ہے۔ اس کے دربار سے چار سو علماء فضلا اور شعرا وابستہ تھے۔ اس کے دربار میں ایک وسیع کتب خانہ تھا (مورخ فرشتہ)۔ پاکستان کے بلوچ اور پٹھان قبائل کو اس نے مسلمان بنایا اور ان میں علم کی اشاعت کی۔ انگریزوں نے سیاسی مصلحتوں کی خاطر اس کو غلط رنگ میں پیش کیا۔ قنوج کی فتح پر راجا رام آریہ نے اس کی شان میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ محمود نے خوش ہو کر ہاتھی انعام میں دیا تھا۔

عربی خط کی ترقی کی عجیب صورت رہی ہے۔ جب کہیں نئی سلطنت یا نئی بادشاہت قائم ہوئی، وہاں کاتبوں اور اہل کاروں نے ایک نیا خط... جدید طرز نگارش... رائج کر دیا۔ اس بادشاہت کے دور میں اس خط نے خوب ترقی کی اور خوب مقبول ہوا۔ ہلاکو خان کے برخلاف ایل خانیوں نے بغداد چھوڑ کر تبریز کو دارالخلافہ قرار دیا تو اہل کار اور خطاط وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے ایک نیا خط "خط تعلیق" ایجاد کیا۔ عثمانیوں نے بروصہ چھوڑ کر قسطنطنیہ کو دارالخلافہ بنایا تو وہاں "خط دیوان" وجود میں آیا۔ تیموریوں نے جب ہرات (افغانستان) کو دارالحکومت قرار دیا تو وہاں "خط نستعلیق" وجود میں آیا۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ یہ خط بہار، شمالی ہندوستان میں جاری ہوا ہے۔ مغل سلطنت قائم ہو جانے کے بعد یہ خط متروک ہو گیا اور مغل خط نستعلیق جاری ہو گیا حتیٰ کہ عمومی خط بن گیا۔ آج اردو اور فارسی نستعلیق خط میں

لکھی جاتی ہیں۔

یوں تو ہر مسجد اور خانقاہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا مگر علوم و فنون کی تدریس کے لیے جداگانہ مدارس بھی قائم کیے جاتے تھے۔ بعض مدارس نے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ مثلاً نظامیہ، بغدادیہ، مستنصریہ۔ لیکن ایران کا سب سے بڑا مدرسہ (Campus) ربع رشیدی تھا جو تبریز میں تھا۔ اس کو ایل خانیوں کے وزیر رشید الدین فضل اللہ نے قائم کیا تھا۔ مدرسہ کیا تھا اہل علم کے لیے ایک جداگانہ بستی تھی۔ یہ سیکڑوں ایکڑ پر محیط تھی جس میں ہزاروں سقے پانی بھرتے رہتے تھے، لکڑہارے لکڑیاں ڈھوتے رہتے تھے اور دوسرے خدمت گار مختلف خدمات انجام دیتے رہتے تھے۔ یہاں علماء، قرا اور حفاظ سیکڑوں کی تعداد میں رہتے تھے۔ اس طرح کا ایک مدرسہ پرانی دہلی میں شہر کے باہر فیروز شاہ تغلق (۷۹۰ھ، ۱۳۸۸ھ) نے بنایا تھا جس کے کھنڈرات آج بھی پرانی دہلی میں موجود ہیں۔

مشہور مؤرخ ضیاء الدین برنی نے اس کی کچھ تفصیل دی ہے: یہ مدرسہ ایک نہر کے کنارے تھا۔ مدرسہ ۷۰ ایکڑ پر محیط تھا۔ مدرسے کی عمارت دو منزلہ تھی۔ عمارت کے اوپر ایک گنبد تھا جس کے چاروں طرف رنگ برنگ شیشے لگے ہوئے تھے۔ ایک وسیع مسجد تھی۔ اساتذہ کی رہائش کے کمرے جداگانہ تھے۔ درس گاہ میں شیرازی قالین بچھے ہوئے تھے۔ مدرسے میں اساتذہ اور طلبہ کو مفت کھانا ملتا تھا۔ اساتذہ کو کھانے کے بعد چاندی کے اوراق میں لپٹے ہوئے پان کے بیڑے ملتے تھے۔ اساتذہ سر پر مصری دستار اور جسم پر شامی جبہ پہنے رہتے تھے۔ بادشاہ نے اس مدرسے کے لیے ایک بہت بڑا وقف قائم کر رکھا تھا۔ یہ علماء ہر چیز سے بے نیاز ہو کر درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے انہماک اور مشغولیت کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ۶۵۸ھ میں ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کے سر سے ایک قیامت گزر گئی۔ ہر جگہ قتل و غارت گری اور آتش زنی کا بازار گرم تھا۔ ایک ہفتہ کے بعد جب تباہی کا یہ بازار ٹھنڈا پڑا تو ہلاکو خان اس اجڑے شہر کے گشت کے لیے نکلا۔ وہ مدرسہ مستنصریہ کی طرف جا نکلا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ مدرسے میں حسب سابق درس و تدریس کی بساط جمی ہوئی ہے۔ علماء بڑی یکسوئی سے طلبہ کو پڑھا رہے ہیں۔ جیسے کہ شہر میں کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ (الفخری، طباطبائی)۔

اس سے ملتا جلتا انہماک کا واقعہ میاں جی نذیر حسن کا بیان کیا گیا ہے جو جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) میں پیش آیا۔ انگریزی فوجیں شہر پر گولہ باری کر رہی تھیں۔ گولے مسجد کے صحن میں آ کر گر رہے تھے۔ اس مسجد میں میاں جی بڑی مستقل مزاجی سے حدیث کا درس دے رہے تھے۔ ساتھ ہی فرماتے جاتے تھے "جس کی آئی ہے وہ مرے گا"

(محمد اشرف سندھو)۔◆◆ **(جاری)**

To Eradicate Sinful, Immoral and Un-Hygienic Life

PLEASE READ:

ISLAM & MEDICAL SCIENCES

In 10 Parts, In Urdu & English, Rs. 30 & 35 each respectively

Recommended by:

THE WORLD EMINENT DOCTORS, SCIENTISTS & THE MUSLIM LEAGUE *(Holy Makkah)*

THE FAZIL ACADEMY (Regd.)

PANJESHAH, HYDERABAD-2. Ph: 4523901

کسوٹی

وزارت انسانی وسائل و فروغ کا نیا ”ویدک فارمولہ“

پروفیسر سید اقبال

حال ہی میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (UGC) نے علم نجوم، وستو شاستر اور ویدک ریاضی ایسے نصابات کو سائنس کے شعبوں میں متعارف کرانے کی غرض سے ہندوستان کی ساری یونیورسٹیوں کو حکم نامے روانہ کیے ہیں۔ ساتھ ہی یہ وارننگ بھی دی ہے کہ ان کورسیز کو کسی حال اگلے تعلیمی سال سے جاری کر دیا جائے۔ شاید انہیں ڈر ہے کہ اگلے الیکشن میں اگر دہلی سے نکال دیئے گئے تو یہ نصاب بھی سرد خانے کی نذر ہو جائے گا۔ اصولاً تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ ان کورسیز کے متعلق علمی حلقوں میں بحث ہوتی، ماہرین تعلیم اس کی افادیت پر اپنی آراء پیش کرتے اور اس کی ضرورت اور متعارف کرنے کی صورت میں اس پر ہونے والے اخراجات پر تنقیدی نظر ڈالی جاتی۔ مگر یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب مرکزی حکومت جمہوری مزاج رکھتی ہو اور مختلف الخیال ماہرین کی گفتگو سننے کو تیار بھی ہو۔ اب تو یہ حال ہے کہ متعلقہ وزارت نے ہر شعبہ میں اپنے ماہرین تعینات کر دیئے ہیں جو حکم نامہ دیکھتے ہی سر ہلانے لگتے ہوں گے۔ اس حکم نامہ کے بین السطور میں یہ بھی صاف پڑھا جاسکتا ہے کہ اگر یونیورسٹی نے ان کورسیز کو متعارف نہیں کرایا تو جو مالی امداد اب تک پہنچتی رہی ہے اس کے سلسلے میں حکومت نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو گی۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے مالی امداد کا مطلب ہے تنخواہوں کے علاوہ ریسرچ گرانٹس، لائبریری گرانٹس، سیمینار اور کانفرنسوں کے انعقاد کے لیے مالی تعاون غیر ملکی دوروں کے لیے مالی سہولتیں وغیرہ۔ بھلا وہ کون سا احمق ہو گا جو ایک کورس کے لیے اپنے پیروں پر کلہاڑی مارے گا۔ بلکہ ماہرین تعلیم اور یونیورسٹیوں کے ارباب انتظامیہ اگر ان کورسیز کے نفاذ کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگیں تو ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے۔

اسی حکم نامے میں یہ بھی مذکور ہے کہ ان علوم سے نہ صرف قوم کو فائدہ ہو گا بلکہ بھارت ورش اسے دیگر ممالک میں امپورٹ بھی کرے گا (شاید ہمارے پاس امپورٹ کرنے کو اب یہی کچھ رہ گیا ہے!) لہٰذا وہ دن دور نہیں جب قحط اور زلزلوں کی پیشن گوئیاں ہمارے ویدک سائنس کے فضلاء کریں گے، اگر ان زلزلوں کے سبب مکانات منہدم ہوئے تو اس کی وجہ وہ زلزلے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی تعمیر میں وستو شاستر کی عدم موجودگی کا رونا رویا جائے گا۔ سیاسی پارٹیوں کے عروج و زوال کو بھی علم نجوم کے ماہرین کنٹرول کریں گے۔ ہر پارٹی کا ایک سرکاری نجومی ہو گا جو یونیورسٹی سے ”جیوتش وگیان“ کا سند یافتہ ہو گا۔ عجب نہیں جو پارٹی ہیڈ کوارٹر کے علاوہ پارلیمنٹ کے احاطہ میں بھی یگیہ اور ہون وغیرہ کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور ملک کی ترقی کے اعداد و شمار ویدک ریاضی کے اصولوں پر تیار کیے جائیں۔ کاش یہ حضرات آریہ بھٹ کی وہ تحریریں پڑھ لیتے جس میں اس نے بڑے افسوس سے علم اور علم کے نام پر جمع کی گئی ناقص معلومات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ جس علم فلکیات اور علم نجوم کے درمیان خط امتیاز کھینچنے پر صدیاں صرف ہوئی تھیں اسے ہمارے سرکاری ماہرین تعلیم نے چند منٹوں میں مٹا کر بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب ناقص علم، ناقص نہیں رہ گیا بلکہ سیاسی تصدیق نامہ کے ساتھ وہ ایک سائنس کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ سارے توہمات اور بے بنیاد عقیدے جنہیں سائنس نے برسوں کی

ریاضت کے بعد انسانی ذہنوں سے کھرچ کھرچ کر دفن کر دیا تھا اب ان گڑے مردوں کو باہر نکال کر سند فضیلت عطا کی جارہی ہے۔

آج یوپی کی اسکولوں میں جو ویدک ریاضی کی تعلیم دی جارہی ہے اس کا سر چشمہ ۱۹۶۵ء میں لکھی شری بھارتی کرشنا تیرتھ جی مہاراج کی ”ویدک میتھ میٹکس“ نامی کتاب ہے جس کا ذکر ہندتوا وادی حلقوں میں بڑے ادب و احترام سے کیا جاتا ہے۔ ماہر ریاضی داں ڈاکٹر ایس۔ جی۔ وائی نے اپنے مقالے میں (EPW-31JULY,98) اس کتاب کی دھجیاں اڑائی ہیں اور یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ شری مہاراج کی مذکورہ کتاب کا ویدک ریاضی سے دور دور تک تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ڈاکٹر وائی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس کتاب سے طلباء کو ریاضی کے مضمون میں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ پروپیگنڈے کے زیر اثر ویدک ریاضی کو قبول کرنے کی سازش سے گریز کیا جائے۔ اور ملک میں اعلیٰ تعلیم کی رہنمائی کرنے والا ”یونیورسٹی گرانٹس کمیشن“ اس ریاضی کو امپورٹ کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے۔

ہماری سمجھ میں تو یہ نہیں آتا کہ آخر علم کو ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں بھیجنے کے لیے کون سے ویزا کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا علم کی اشاعت اور پھیلاؤ کے لیے مالی تعاون دینے والے ادارے کی اجازت بھی درکار ہوتی ہے۔ کیا برسوں پرانے عربی، یونانی اور یورپی علوم جو آج بھی ہمارے اسکالرز کے سینوں اور ہماری مقتدر لائبریریوں میں محفوظ ہیں کسی سرکاری ہنڈولے پر بیٹھ کر ہمارے ہاں آئے تھے۔ اگر وہ سرکاری سواری میں اس وقت نہیں آئے تھے تو کوئی سرکاری سواری انہیں اس وقت بھی نہیں لاسکے گی۔ یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی ذہن کی اختراعات و ایجادات کسی ایک علاقے کے لیے نہیں ہوتی۔ وہ تو ساری انسانی آبادی کی میراث ہوتی ہے۔ اگر کسی نے برطانیہ یا امریکہ میں بیٹھ کر بجلی کے بلب اور ٹیلی فون کی ایجاد کی تھی تو اس کے پیٹنٹ رجسٹر کرواتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ اس کی ایجاد سے صرف میرے ملک میں روشنی ہو گی یا یہ سہولت صرف میرے قصبے والوں کو دی جائے گی۔ اگر کسی نے پانی کے جہاز بنائے تو یہ نہیں کہا کہ ان میں صرف میں ہی سفر کروں گا۔ ہوائی جہاز کے موجد نے بھی صرف اپنے گھر والوں کے لیے ہوائی جہاز نہیں بنائے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر صرف سفید نسل کے لوگوں کی ذاتی جائداد نہیں رہی بلکہ ان سے ایک دنیا نے فیض اٹھایا اور آج تک اٹھا رہی ہے۔ اور اس فیض عامہ کے لیے کسی سرکاری افسر کی اجازت ضروری نہیں ہوتی۔ کیوں کہ جو سائنس افریقہ میں سائنس ہے وہی امریکہ میں بھی سائنس کہلاتی ہے۔ ریاضی کا جو فارمولا یورپ کے کسی اسکول کا امیر کبیر طالب علم سیکھ رہا ہے، وہی فارمولا بہار اور اڑیسہ کے گاؤں کا ٹیچر بھی اپنے طلبہ کو سکھا رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اپنی تنگ نظری سے ایک نئی ویدک سائنس، ویدک ریاضی اور وستو شاستر نامی علوم تخلیق کر دیں اور بزعم خود یہ اعلان کرنے لگیں کہ ہماری سائنس منفرد سائنس ہے اور اسے ساری دنیا میں امپورٹ کرنا ضروری ہے۔

نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات ڈاکٹر امرتیہ سین نے حال ہی میں انڈین شہری کانگریس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا تھا کہ آج ملک میں ہمیں سب سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ وسیع القلبی اور وسیع النظری ہے۔ اگر ہم نے سائنس کے علاوہ دیگر علوم کے حصول میں مختلف النوع اختلافات اور اثرات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے علاقائی، مذہبی اور لسانی تعصبات کے چھوٹے چھوٹے خانوں میں خود کو قید کرنے کی عادت ڈال دی تو وہ دن دور نہیں جب ان تعصبات کی گرد ہم سے علوم کی روشنی چھین لے گی۔

ایک خبر اور سن لیجیے۔ ۱۶ر اپریل کے ایشین ایج میں لکھا ہے چونکہ وزیر اعظم کی حالیہ پالیسیوں سے سنگھ پریوار ناراض تھا اور وزیر اعظم کو پریوار کو خوش رکھنے کے لیے خاصی تگ و دو کرنی پڑی تھی۔ اس لیے اپنے مشیروں کے کہنے پر موصوف نے مہنگے قسم کے تانترک بلوائے ہیں جو ان کی کرسی بچانے کے لیے ۱۳ر مختلف جگہوں پر یگیہ کا اہتمام کریں

گے۔ آخر ۱۳ر جگہوں پر ہی کیوں؟ ۱۲ یا ۱۴ کیوں نہیں۔ اس کی توجیہہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ۱۹۹۹ء میں تیرہ لوگوں نے وزیر اعظم کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے یہ عدد منحوس ہے (یوں بھی عام ہندوستانی تیرہ کو منحوس عدد ہی قرار دیتے ہیں) اس یکیہ کے حامیان میں دو افراد کے نام لیے جاتے ہیں جو اتفاق سے وزارت انسانی وسائل کے بھی نگراں ہیں۔ مرلی منوہر جوشی اور اوما بھارتی۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن بھی اسی وزارت کے تحت کام کرتا ہے۔◆◆ (بشکریہ: روزنامہ انقلاب، ممّیٰ)

پته: معرفت روز نامه انقلاب، ممبئی 156 تاردیو روڈ، ممبئی 400034

ابن صفی مرحوم

بیسویں صدی کا عظیم ادیب

"ابن صفی اردو کا ایک ایسا ادیب ہے جس نے عام قاری میں مطالعے کا ذوق پیدا کیا اور عام آدمی کو اپنی نئی کتاب کے چھپ کر آنے کا انتظار سکھایا۔ اس کی کتابیں عام آدمی نے جتنی بڑی تعداد میں خرید کر پڑھیں شاید کسی اور ناول نگار یا ادیب کی کتابیں اس تعداد میں نہیں پڑھی گئیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ابن صفی سے بڑا کہانی کار اردو زبان میں ابھی پیدا نہیں ہوا۔ وہ پچھلی صدی میں پیدا ہوتا تو شاید اس کی تخلیقات پنڈت رتن ناتھ سرشار کی طرح اردو کلاسیکی ادب میں شمار ہوتیں۔ وہ انگلستان میں پیدا ہوتا تو شاید اس کا نام سر آرتھر کانن ڈائل کے ساتھ لیا جاتا۔ وہ شاید ایک غلط دور میں اور غلط مقام پر پیدا ہوا تھا۔ تنگ دل، قدر ناشناس اور محدود ادبی معاشرے میں پیدا ہوا تھا سو اس ادبی معاشرے میں ناقدری کا شکار ہو گیا۔"

(افسر آذر)

ایشیا کے عظیم مصنف اور ناول نگار ابن صفی ۲۶ر جولائی ۱۹۲۸ء کو (نارہ، اتر پردیش میں) پیدا ہوئے اور اسی تاریخ کو یعنی ۲۶ر جولائی ۱۹۸۰ء کو کراچی میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ لیکن جاتے جاتے مرحوم نے اردو دنیا کو ایک ایسا ادبی تحفہ دیا جس کی نظیر اردو ادب میں نہیں ملتی۔ آئندہ شمارہ میں ابن صفی مرحوم کے ادبی کارناموں پر مشتمل مفصل مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ —— مدیر

کتابیں ذہنی انتشار سے نکال کر سنجیدہ تفکر کی طرف مائل کرتی ہیں۔

تبصرۂ کتب

مجلّہ: سہ ماہی نظام القرآن

محمد فاروق خاں ایم۔اے

مجلّہ: سہ ماہی نظام القرآن مدیر مسئول: ضیاء الدین اصلاحی مدیر: محمد ایوب اصلاحی
صفحات: ۹۴، قیمت: -/۲۰ روپے سالانہ -/۷۵ روپے (شمارہ: اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۰۰ء)
پتہ: مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ۔ ۲۷۶۳۰۵

نظام القرآن، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے شائع ہونے والا سہ ماہی مجلّہ ہے۔ عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مدرسۃ الاصلاح سے کوئی علمی مجلّہ کی اشاعت عمل میں آئے۔ بحمد اللہ یہ دلی خواہش پوری ہوئی۔ اب نظام القرآن کے نام سے یہ سہ ماہی رسالہ باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر رسالہ کی جلد اول کا تیسرا شمارہ ہے۔ شذرات مولانا محمد ایوب اصلاحی کے قلم سے ہے، جس میں موصوف نے عالمی بگاڑ کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے اصل اسباب و وجوہ پر روشنی ڈالی ہے۔ مجلّہ میں علامہ فراہیؒ کی بعض عربی تحریروں کا اردو ترجمہ شامل ہے۔ ان تحریروں کا تعلق عقیدہ اور اسلام سے ہے۔ انتخاب، ترتیب اور ترجمہ کی خدمت پروفیسر عبید اللہ فراہی نے انجام دی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے بنیادی حقوق پر مولانا ضیاء الدین اصلاحی کا مقالہ لائق مطالعہ ہے۔ روزے کی برکات پر ایک مضمون مولانا امین احسن اصلاحی کا ہے۔ اسلام کا عائلی تصور امن حافظ ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی نے تحریر فرمایا ہے۔ سیرت نبوی کے چند نقوش سرفراز اصلاحی ندوی کے قلم سے ہے۔ حسن اخلاق پر نسیم ظہیر اصلاحی کا اور تسبیح کے موضوع پر محمد عمر اسلم اصلاحی کا مضمون شامل اشاعت ہے۔

اس رسالہ میں تزکیہ کا ترجمہ پاکبازی نظر سے گزرا۔ حالانکہ تزکیہ کا اصل معنی و مفہوم بالیدگی، نشو و نما، عمدگی اور Development ہوتا ہے۔ قرآن میں تزکیہ کا استعمال قدسیہ کے مقابلہ میں ہوا ہے۔ (سورہ الشمس) تسبیح والے مضمون میں تسبیح کا وہی مفہوم لیا گیا ہے جو بالعموم اس کا مفہوم لیا جاتا ہے۔ حالانکہ تسبیح میں پاکی کا نہیں اظہار عظمت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ (مفردات القرآن للفراہیؒ)۔ تزکیہ اور تسبیح دونوں ہی سے مثبت پہلو کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ منفی پہلو کا۔ وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ کا ترجمہ کیا گیا ہے: "اور اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اس کی حمد کے ساتھ۔" یعنی وہ دو کام کرتے ہیں، اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی تسبیح بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ مفہوم یہ ہے کہ ان کی تسبیح اپنے رب کی حمد ہوتی ہے۔ قرآن کی بنیادی اصطلاحوں کے سلسلہ میں یہ تساہلی مدرسۃ الاصلاح کے ترجمان نظام القرآن میں دیکھ کر حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی۔

اس شمارے میں ایک اہم رپورٹ 'مدینہ منورہ میں قرآنیات پر ایک سہ روزہ سیمینار' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ رپورٹ ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی کی مرتب کردہ ہے۔ موصوف خود اس سیمینار میں شریک رہے ہیں۔ مسرت ہوئی کہ اس سیمینار میں علامہ فراہیؒ اور مدرسۃ الاصلاح کا ذکر خاص طور سے آیا اور بعض اہم علمی شخصیتوں نے علامہؒ کی شخصیت اور ان کی علمی کاوشوں سے اپنی غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا۔□□

پته: 1353، بازار چتلی قبر، دهلی 110006

فلسفہ، سائنس اور قرآن

تبصرہ : پروفیسر عبدالقدیر سلیم

فلسفہ، سائنس اور قرآن　　از: الشیخ ندیم الجسر　　ترجمہ: خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ
اشاعت دوم: ۱۹۹۹ء　　صفحات: ۵۰۲　قیمت: -/۱۸۰ روپے (مجلد)
ناشر: الفیصل، غزنی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

دین اور اس کے عقائد کو اپنے عصری علوم کی روشنی میں سمجھانے اور اس کے مزعومات کو منوانے کے لیے عقلی دلائل اور سائنسی "حقائق" سے مدد لینے کی کوشش نئی نہیں۔ عیسائی متکلمین پیٹر ابیلارڈ (م: ۱۱۴۲ء) اور سینٹ ٹامس ایکوئنیاس (م: ۱۲۷۴ء) اور مسلم متکلمین میں ابوالحسن الاشعری (م: ۹۳۵ء) غزالی اور ابن رشد (م: ۱۱۹۸ء) ان درجنوں حکما میں سے چند ہیں جنہوں نے اپنے ہم عصروں اور بعد میں آنے والوں کے لیے اپنی اپنی فہم کے مطابق مذہب کی تفہیم کی۔ اس سلسلے میں ایک منفرد کوشش ہسپانیہ کے مسلم فلسفی ابن طفیل کی (م: ۱۱۸۵ء) حی بن یقظان ہے جس میں انسان کے فطری و ذہنی ارتقا اور اللہ تعالیٰ اور ابدی حقیقت تک عقل کے ذریعہ اس کی رسائی کو ایک کہانی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

پیش نظر کتاب: قصة الایمان بین الفلسفة والقرآن، عبداللہ ندیم بن حسین الجسیر، مفتی طرابلس کی عربی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ کتاب ایک دلچسپ کہانی کے انداز میں شروع ہوتی ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ میں اپنی عمر کے آخری دور میں اپنے بچپن کے وطن مالوف اور اپنے والد کے مسکن، مسجد اور قبر کی زیارت کے لیے گیا تو ایک پیر فرتوت سے ملاقات ہوئی۔ حیران ابن عبدالاضعف المائی پنجابی تھا۔ اس نے ترکی زبان میں لکھا ہوا ایک پلندہ میرے حوالے کیا، جو بقول اس کے خرتنگ (سمرقند) کے الشیخ الموزون سے اس کے مکالمات پر مشتمل تھا۔

کتاب داستان فلسفہ بھی ہے اور حکایت تفہیم عقائد بھی۔ ابتدا مابعد الطبعیات اور فلسفہ سائنس کے ابتدائی یونانی مفکرین تھیلز، اینگزیمنڈر وغیرہ سے ہوتی ہے۔ پھر افلاطون اور ارسطو کے یونانی فکر کا اختتام ہوتا ہے۔ مسلم فلاسفر میں فارابی سے لے کر غزالی، ابن سینا، ابن رشد کے بعد "جدید" مغربی فلاسفر میں ڈیکارٹ، بیکن، اسپائنوز، لائبنیز، ہیوم، کانٹ، ڈارون، ہربرٹ اسپنسر، برگسان کے نظریات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور پھر "کلمات ربی" اور سترہویں صدی عیسوی سے ہزار سال قبل، کے عنوانات کے تحت قرآن مجید کی ان آیات پر گفتگو کی گئی ہے جو انفس و آفاق میں اللہ کی نشانیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، اور اس کی حکمت، عظمت اور اس کے وجود کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ حصہ گویا تمہید ہے کتاب کے بقیہ نصف حصے کی، جس میں الحادی سائنس پر تنقیح و تنقید کی گئی ہے۔

وجود الٰہی کے دلائل میں ایک اہم عنوان "کونیاتی دلائل" کا ہے۔ نہ صرف ساری کائنات، سحابیے، نظام شمسی بلکہ اس کے ایک چھوٹے سے سیارے، ہماری زمین کی تخلیق، اس پر حیات کی ابتداء، نشوونما اور بقا میں جو حیران کن حکمت نظر آتی ہے، اسے محض "اتفاقات" کے ایک سلسلے کا نتیجہ قرار دے لینا ایسی ہی احمقانہ جہالت ہوگی، جیسا یہ سمجھ لینا کہ ایک سوئی کے سوراخ میں دوسری سوئی، اور دوسری میں تیسری علی ہذا القیاس سوئیوں کا ایک طویل سلسلہ ایک اندھے بچے کے سوئیاں پھینکنے کے عمل سے وجود میں آگیا۔ "اتفاق (المصادفہ)" کے عنوان کے تحت مصنف نے "مہربان ماں" (زمین)، "ہمارا چھوٹا بھائی" (قمر)، "بارش، ایک عجوبہ، "ہمسایوں میں تحائف کا تبادلہ (کاربن سائیکل) اور اس طرح جسم انسانی

کے حیرت انگیز پیچیدہ نظام کو نہایت سہل اور خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے، جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ محض اتفاقات کا ایک لامتناہی سلسلہ نہیں بلکہ ایک حکیم و خبیر کا ساختہ کارخانہ ہے، جس کے سب کل پرزے اور تمام اجزاء ایک مخصوص نظام کے تحت کام کر رہے ہیں۔

دینیات، فلسفہ اور سائنس کے خشک مباحث کو جس خوبصورت اور دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے، اس سے نہ صرف مصنف کی وسعت مطالعہ اور مروجہ علوم میں ان کی دست رس کا پتا چلتا ہے، بلکہ ایک عام قاری تک ان کے ابلاغ کی مہارت بھی قابل داد ہے۔ میاں طفیل محمد (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان) کا یہ تبصرہ اور خواہش بالکل درست ہے کہ یہ کتاب "ایمان بالغیب کو ایمان بالشہادت میں بدل دیتی ہے اور جسے میرے، نزدیک جدید یونیورسٹیوں اور درس نظامی کے نصاب میں شامل ہونا چاہیے۔" (ص: ۷)

فاضل مترجم خدا بخش کلیار، ترجمے کے لیے اس کتاب کے انتخاب اور نہایت محنت کے ساتھ اسے اردو میں منتقل کرنے پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ تاہم بعض الفاظ نامانوس اور عربی اصطلاحات مشکل ہیں۔ ٹائپ کی بعض اغلاط بھی ہیں، جنہیں اگلے ایڈیشن میں درست کر دینا چاہیے۔ مغربی مفکرین کی کتابوں کے نام ان کے عربی تراجم کے حوالے سے دیے گئے ہیں۔ عربی خوانوں کے لیے غالباً یہ کتابیں عربی میں دستیاب ہیں۔ لیکن اگر ان کے اصل نام یا انگریزی تراجم کے عنوان دے دیے جاتے تو اردو دان طبقے کے لیے مصادر تک رجوع میں آسانی ہوتی۔ □□

پتہ: وزٹنگ پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈ منسٹریشن، کراچی

مجلّہ علوم القرآن

غطریف شہباز ندوی

نام کتاب: مجلّہ علوم القرآن (مولانا امین احسن اصلاحیؒ نمبر) مؤلف و مدیر: ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلّی
صفحات: ۶۰۰　قیمت: -/۱۵۰ روپے
ناشر: ادارہ علوم القرآن پوسٹ باکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱

مولانا امین احسن اصلاحیؒ بیسویں صدی کے ایک جلیل القدر عالم، متبحر اور صاحب اجتہاد مصنف اور مفسر قرآن تھے، وہ مدرسۃ الاصلاح کے فرزند، مولانا فراہیؒ کے تلمیذ رشید اور تحریک اسلامی ہندوپاک کے کبار علماء میں سے تھے۔ مدرسہ کی تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک انہوں نے کوچہ صحافت کی سیر بھی کی پھر اس کے بعد مدرسۃ الاصلاح میں تعلیم و تدریس سے منسلک رہے اور مولانا فراہی سے استفادہ کرتے رہے۔ پھر تحریک سے وابستہ ہوئے اور اپنی عمر کے ۱۷ سال اس میں مختلف خدمات انجام دیتے ہوئے گزارے، آخر میں بعض اسباب اور اپنے مزاج کی افتاد کی بنا پر تحریک سے کنارہ کشی اختیار کر کے خالص علمی کاموں میں لگ گئے، جس میں خاص وجہ تفسیر تدبر قرآن کی تکمیل تھی، اور جسے انہوں نے ۲۳ سال کی جدوجہد کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ مولانا کی وفات بجا طور پر علمی دنیا کا ایک خسارہ تھی اور وہ بطور خاص قرآنیات کے میدان میں ایک بڑا خلا چھوڑ گئی۔ ان کی وفات پر ان کے تلامذہ و متبعین کے علاوہ دوسرے مکاتب فکر کے لوگوں نے بھی ان پر اپنے رنج و غم اور تاثرات کا اظہار کیا، بعض علمی رسالوں نے یادگاری نمبر بھی شائع کیے۔ ان کی مادر علمی مدرسۃ الاصلاح نے ان پر ایک سیمینار بھی منعقد کیا۔ زیر نظر مجموعہ مقالات بھی دراصل علی گڑھ کے معروف

ششماہی مجلہ علوم القرآن کا خاص اور یادگاری نمبر ہے۔

محتویات میں تقریباً ۲۵ مضامین ہیں جو مولانا اصلاحی کی زندگی، تعلیم و تربیت، ان کے دروس، ان کی تصنیفات تحریکی خدمات، فقہی بصیرت، اسلوب نگارش اور مکتبہ فراہی کی ترجمانی، تفسیر تدبر قرآن، تاثرات و مشاہدات اور انٹرویوز وغیرہ کا احاطہ کرتے ہیں۔ شرکاء بزم میں ہندوپاک کے معروف اہل قلم ہیں بطور خاص مکتب فراہی سے وابستہ افراد، البتہ پاکستان میں مقیم فراہیات کے ایک محقق جناب ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی جو مولانا اصلاحیؒ کے ناقد بھی ہیں، مقالہ نگاروں کی فہرست میں نہیں ہیں۔ ان کی شمولیت اور تحقیقات سے مولانا اصلاحیؒ کی شخصیت کے کچھ اور پہلو بھی سامنے آتے، جو ان کے دعویٰ کے مطابق لوگوں کو معلوم نہیں ہیں ـــــ مشمولہ مقالوں میں کئی وہ ہیں جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو اصلاحی سیمینار میں پیش کئے گئے تھے۔ اسی نمبر میں ایک امتیازی بات یہ بھی ہے کہ مولانا اصلاحیؒ کی تحریروں نیز ان پر لکھی جانے والی تحریروں کا اشاریہ بھی مرتب کر دیا گیا ہے جو ایک بہت ہی مناسب قدم ہے۔ تفسیر تدبر قرآن سے متعلق کئی مضامین ہیں جن میں حکیم الطاف اعظمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی اور مولانا محمد فاروق خان مدظلہ کی تحریریں خاص ہیں۔ ہندوپاک میں مولانا کے تلمیذ رشید اور ان کے جانشین سمجھے جانے والے اہل قلم جناب خالد مسعود صاحب مدیر تدبر کا مقالہ مولانا کی خدمت حدیث سے متعلق ہے اور نہایت گراں قدر مقالہ ہے۔ چونکہ خالد صاحب کا اصل موضوع قرآنیات ہے۔ اس لیے تفسیری خدمات سے متعلق بھی ان کی کوئی تحریر شامل کی جانی چاہئے تھی، مولانا فاروق خان صاحب کا مقالہ ان کے گہرے مطالعہ اور ادراک و بصیرت پر دال ہے۔ انہوں نے تدبر کے نمایاں خصوصیات اور امتیازات اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیے ہیں جو بجائے خود قرآن فہمی کا ایک بڑا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ اور اسالیب قرآن سے واقفیت کی کلید مل جاتی ہے۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی نے غیر جانب داری اور وسیع النظری جو ان کا امتیاز ہے کا ثبوت دیا ہے اور تدبر کے غیر فراہی عناصر پر قلم اٹھا کر آیت بسم اللہ سے سورہ آل عمران تک کا مطالعہ کیا ہے اور موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر اجمل ایوب اصلاحی صاحب نے تدبر کے حوالہ سے یُطِیقُوْنَہٗ کی بحث کی ہے، ان کا مقالہ نہ صرف تحقیقی اور دلچسپ ہے بلکہ ان کے مطالعہ کی وسعت، ژرف نگاہی، لغت پر گہری نگاہ، موضوع پر ارتکاز اور موضوعیت کا بہترین ثبوت ہے۔ حکیم الطاف اعظمی کا مضمون بھی عدم تقلید اور اجتہادی فکر کا آئینہ دار ہے۔ انہوں نے "تدبر" کی خصوصیات میں اسی کے مثبت اور امتیازی پہلوؤں کے ساتھ خامیوں اور کمزوریوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ مقالہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانا اصلاحیؒ ۱۷ سال تک تحریک اسلامی سے وابستہ رہے، قائد تحریک مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور دوسرے اکابر سے ان کے طویل تعلق پر خاطر خواہ روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ اسی طرح فکر اسلامی کی تجدید سے متعلق ان کی خدمات پر جو بحث کی ہے وہ بہت تشنہ ہے۔ مولانا تحریک سے کیوں الگ ہوئے۔ اس کے اسباب کا مفصل جائزہ لیا جانا چاہئے تھا کیوں کہ جو اسباب بتائے جاتے ہیں وہ غیر منطقی معلوم ہوتے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا اصل مزاج اور رجحان وہ نہیں تھا جو تحریکوں کا خاصہ ہوا کرتا ہے۔ اسی پر مستزاد ان کی مزاجی شدت بھی تھی، اس سلسلہ میں غالباً مناسب بات وہ ہے جو مولانا جلیل احسن ندویؒ نے فرمائی تھی۔

نمبر میں مولانا کی اہم کتابوں کا مختصر تعارف اور جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ رسالہ کے مدیر فاضل گرامی جناب ظلی صاحب نے اپنے پر مغز اور جامع اداریہ میں مولانا اصلاحی کی زندگی کا ایک سرسری سا خاکہ تو پیش کر دیا ہے لیکن اچھا ہوتا کہ ان کی زندگی کا ایک بھرپور اور مجموعی خاکہ پیش کیا جاتا کیوں کہ خاندانی پس منظر، بچپن، نشوونما، ماحول، تعلیم و تربیت فکر کے تشکیلی عناصر وغیرہ کے ذکر کے بغیر شخصیت کا مطالعہ مکمل نہیں ہوتا اور افکار کی قدر و قیمت واضح نہیں ہوتی۔ مولانا نے ایک طویل عمر پائی جو کچھ کم ایک صدی کو محیط ہے۔ یہ صدی اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے انتہائی اہم رہی

ہے کہ اسی صدی میں عالم اسلام میں بڑے حادثے اور اہم واقعات پیش آئے۔ اس سلسلہ میں مولانا کے خیالات کیا تھے۔ مختلف واقعات پر ان کا تاثر کیا تھا۔ یہ چیز پیش کی جانی چاہئے تھی۔ اسی طرح عالم اسلام کے معاصر علماء و مفکرین سے ان کے رابطہ و تعلق کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ اسی طرح مناسب ہوتا کہ جن رسالوں سے ان کا صحافتی تعلق رہا، ان کی فائلیں کھنگال کر ان کی ابتدائی تحریروں کے کچھ نمونے تو پیش کئے جاتے تاکہ ان کے ابتدائی اور اخیر کے اسلوب بیان کے بارے میں کچھ اندازہ ہوتا۔

مجموعی اعتبار سے یہ نمبر مناسب اور مفید ہے۔ امید ہے علمی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ تاہم علی گڑھ جیسے علم و دانش کے مرکز کے پس منظر میں ادارہ علوم القرآن اور اس کے فاضل وابستگان سے بجاطور پر جس معیار کی توقع تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔□□

پتہ : F-35 ، ابو الفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دھلی 110025

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور تصوف

تبصرہ: ابو ظفر حسان ندوی ازہری

نام کتاب : مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور تصوف   مصنف: شیم طارق
صفحات: ۴۰   قیمت: -/۲۰ روپے
ناشر: فرینڈس آف لٹریچر اینڈ جرنلزم، ۳۱۷/۳۷، پاپڑی روڈ، (ویسٹ) ممبئی۔ ۸

"مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور تصوف" چالیس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ مشہور صحافی، شاعر اور کئی کتابوں کے مصنف شیم طارق کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے انجمن اسلام ممبئی کے منعقدہ سیمینار میں پڑھا تھا اور جس کی معنویت اور اہمیت نے انہیں کتابی شکل میں اس کی اشاعت کا حوصلہ دیا۔

زیر نظر کتابچہ شیم طارق صاحب کی ذہنی اور فکری حساسیت کا آئینہ دار ہے۔ انہوں نے اس کتابچے میں بات تو مولانا علی میاں صاحب کے حوالے سے تصوف کی کی ہے مگر خود ان کا چہرہ بھی پردے میں نہ رہ سکا، جتنا لکھتے گئے اتنا ہی کھلتے گئے، اور کھلتے گئے۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے پیش لفظ میں جو باتیں لکھی ہیں وہ انتہائی کارآمد اور وقیع ہیں۔ اسے ایک طرح سے قاضی شہر کا فتویٰ کہا جا سکتا ہے۔

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں ہے کہ تصوف کسے پسند ہے کسے ناپسند؟ تصوف کیوں ہے اور کیوں نہیں؟ ہمیں اتنا ضرور معلوم ہے کہ برصغیر کو جس اسلامی فکر نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ تصوف ہے۔ اور یہ تصوف کی ہی دین ہے کہ برصغیر ہندوپاک کا مسلمان مشرق بعید کے مسلمانوں سے مختلف بھی ہے اور ممتاز بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطے کے بالغ نظر علماء کی رائیں ہمیشہ سے باوزن رہی ہیں۔ اور اسلام سے متعلق ان کی رائے کو ہمیشہ اہمیت دی گئی ہے۔

زیر نظر کتاب میں سعید نفیسی کو کبیر احمد جائسی کے حوالے سے خاص موضوع بنایا گیا ہے۔ میری رائے میں یہ تصوف کا موضوع نہیں۔ یہ ایران کے مابعد طبعیاتی نظام میں عہد بہ عہد تبدیلیوں کا جائزہ ہے۔ ورنہ تصوف جس کے لیے شرعی اصطلاح 'احسان' ہے وہ کسی بھی شک یا تہذیب سے بلند ہے۔ اور جو خالص اسلامی چیز ہے مفتی عزیز الرحمان صاحب نے احسان کے ضمن میں جو حدیث نقل کی ہے اس میں بھی یہی روح کار فرما ہے۔ اگر سالک یا عابد کی نظر خدا کا

ادراک نہیں کرپاتی تو یہ اس کا عقیدہ ہی ہے کہ اللہ کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی ہیں۔اس لیے بعض اہل فکر یہ بھی کہتے ہیں کہ تصوف کا ماحصل یہ ہے کہ خدا کی صفات کاملہ کا یقین کامل پیدا ہو جائے۔ وہ خدا جو ہر جگہ ہے۔ لیکن اس نے خصوصیت کے ساتھ اپنے مومن بندے کے قلب کو اپنا مسکن قرار دیا ہے۔لایعنی ارضی ولاسمائی ولکن یعنی قلب عبدی المومن خواجہ میر درد نے اس تعبیر کی بڑی اچھی ترجمانی کی ہے۔

ارض و سماں کہاں تیری وسعت کو پاسکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

کتاب میں بعض سلسلوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ بالخصوص سلسلۂ سہروردیہ میں جتنی پابندیاں رہی ہیں ان کا تقاضا یہ تھا ان میں نظم و ضبط، حدود و قیود کی رعایت بدرجہ اتم ہوگی، اور تھی بھی۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ جس قدر قلندرانہ شان والے صوفیاء سلسلۂ سہروردیہ سے نکلے ہیں دوسرے سلسلوں سے نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ خود ایک قلندری سلسلہ تشکیل پاگیا۔ یہ پردہ دری نہیں اور نہ انگشت نمائی ہے۔ شمیم طارق کی شناخت کے لیے یہ بات لکھ رہا ہوں کہ وہ بھی اسی قلندرانہ خوبو کے حامل اور اسی مئے قلندری کے قدح نوش ہیں۔

ہندوستان میں جس تیزی سے چشتی سلسلہ پھیلا ہے اور جس طرح اس کی شاخیں ملک کے طول و عرض میں پھیلتی گئی ہیں۔اس نے ایک طرح سے پورا ملک اپنی بانہوں میں جکڑ لیا ہے۔اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، دہلی میں قطب الدین بختیار کاکی، اجودھن میں بابا فرید گنج شکر اور پھر دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء مع ان کے بعد نصیر الدین چراغ دہلی، دکن میں میر سید شریف گیسودراز، یہ وہ مقدس گروہ کے پاک نفس افراد ہیں جنھوں نے بظاہر گوشے آباد کیے، خانقاہیں برپا کیں، مگر حقیقت میں دلوں پر حکمرانی کی ملک کے باشندوں کے دل و دماغ پر ان کے افکار کے نقوش ان مٹ ثابت ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی ان کی خانقاہیں ایوان اقتدار کے لیے خطرہ بھی بنیں اور ان کے ذکر و اذکار کو عہد کے بادشاہوں نے خطرے کی گھنٹی محسوس کیا۔اس سلسلے سے سیدی مولا کا قتل جلال الدین خلجی کے ہاتھوں بڑی دلیل ہے۔یا حضرت نظام الدین اولیاء سے تغلق کا بیزار ہو جانا اور انہیں اور ان کی خانقاہ کو اپنے لیے اور اپنی حکومت کے لیے خطرہ جاننا اور کیا کہا جائے اس کو ایسا کوئی فرد اس وقت سامنے نہیں آیا جو بادشاہوں کے دل سے اس خلش کو مٹا دیتا اور انہیں سمجھاتا کہ یہ دیوانے کسی اور ہی جنس کے خریدار ہیں۔اور ان کے سامنے حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی" کا یہ جملہ رہتا ہے کہ "ہم فقیروں کے سینے میں جو دولت پوشیدہ ہے شاہانہ وقت کو اس کا علم نہیں اگر وہ جان جائیں تو ہمارے اوپر چڑھائی کر دیں۔"

تصوف کے مطالعے میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ علماء کی ایک جماعت ہمیشہ اس کے خلاف رہی ہے اور جب کبھی کسی صاحب دل کے خلاف کسی حکمراں کو قدم اٹھانا پڑا ہے تو انہیں علماء نے صوفیا کے خلاف فتویٰ دیا ہے اس پر مجھ سے اور دوسروں سے کہیں بہتر تبصرہ حکیم مشرق علامہ اقبال کا ہے۔

رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

مبارکباد کے مستحق ہیں شمیم طارق صاحب کہ انہوں نے ایک متوازن فکر کی تحریر تصوف کے حوالے سے ہمارے حوالے کی۔ انشاءاللہ یہ کتاب مطالعۂ تصوف کے لیے مہمیز کا کام کرے گی۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اور بھی کوئی صاحب قلم اٹھے اور حضرت مولانا علی میاں صاحب کے تصوف اور ان کے صوفیانہ رجحانات پر وسیع اور مبسوط کام کرے۔اور اگر یہ کام شمیم طارق صاحب ہی انجام دیں تو کہیں بہتر ہوگا۔□□

پتہ: معرفت ناشر، 37/317 باپٹی روڈ (W) ممبئی 400008

انشائے ماجد یا لطائف ادب

تبصرہ: محمود عالم

نام کتاب: انشائے ماجد یا لطائف ادب — مصنف: مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
صفحات: ۵۸۴ — قیمت: ۲۵۰/- روپے — اشاعت: ۲۰۰۰ء (جدید اڈیشن)
ناشر: ادارہ علم و فن الفلاح، ملیر ہالٹ، کراچی ۷۵۲۱۰

"خدا کی شان، ایک کم سواد، کم استعداد، قصباتی، دیہاتی کو بھی اس کا حوصلہ کہ اپنا نام ادیبوں، انشاء پردازوں کی فہرست میں لکھائے اور دل میں ولولہ کہ زبان و ادب کی خدمت کرنے والوں کی صف (صفِ آخر سہی) میں جگہ پائے۔ 'اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے' اسرائیلیوں کی زبان میں لو اور سنو، میاں طالوت کا شمار بھی پیمبروں میں ہونے لگا۔ مصر کی غریب ضعیفہ کو شوق یوسفؑ کی خریداری کا چرایا۔ اہل کرم کی ذرہ نوازی، دوستوں کی بے جا مدح و حوصلہ افزائی اور پھر اپنا ذوقِ نمائش، یہ سب مل ملا کر جو کر گزریں تھوڑا ہے۔"

مذکورہ بالا عبارت اس ہیچمداں کی اپنے بارے میں ہونی چاہئے تھی لیکن یہ عبارت حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی کی ہے جو انہوں نے اس کتاب کی ابتدا میں "عرض حال" کے تحت لکھی ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پر تبصرہ کرنے کی جرأت اور گستاخی ایک کم استعداد قصباتی دیہاتی کب کر سکتا ہے۔ یہ تبصرہ نہیں محض تعارف ہے اور وہ بھی ان نوجوانوں کے لیے جو رفتہ رفتہ اردو زبان و ادب سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ کہنے سے پہلے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ "عرض ناشر" سے ایک آدھ اقتباس نقل کر دیا جائے۔

"مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۷ء) نامور ادیب، صاحب طرز انشاء پرداز اور صاحب عزم صحافی تھے۔ وہ علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا حالیؒ، سید سلیمان ندویؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسے علماء مفکرین کی صف کے فرد تھے۔ انہوں نے اپنے ہفتہ وار اخبارات "سچ" "صدق" اور "صدق جدید" کے ذریعہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک نہ صرف اردو زبان کی خدمت کی بلکہ قارئین کی اصلاح و تربیت کا کام بھی کیا۔ ان کے نزدیک صحافت، تجارت نہیں عبادت کا درجہ رکھتی تھی اسی لیے ان کی صحافت حق گوئی و بیباکی کا عمدہ نمونہ تھی۔ انہیں اسلامی مشرقی تہذیب سے عشق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں مغربی تہذیب سے مرعوبیت نام کو بھی نہیں۔ وہ مغربی تہذیب کے کمزور پہلوؤں پر نہایت ٹھوس اور مدلل تنقید کرتے تھے۔ ان کے ہفتہ وار کالم "سچی باتیں" کی مقبولیت کا دائرہ تمام اردو دنیا تک وسیع تھا۔"

"مولانا دریابادیؒ نے نہ صرف تفسیر قرآن، تصوف، فلسفہ، نفسیات اور سیرت و سوانح جیسے متنوع موضوعات پر قلم اٹھایا بلکہ اردو ادب کے مختلف پہلوؤں پر بھی بے شمار تحریریں سپرد قلم کیں۔ بحیثیت مفسر قرآن یہ انہی کا امتیاز ہے کہ انہوں نے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں قرآن کی تفاسیر لکھیں۔ مولانا دریابادیؒ کا مطالعہ بے حد وسیع تھا وہ اردو ادب کے قدیم و جدید مختلف پہلوؤں سے خوب واقف تھے۔ وہ ایک شگفتہ اور منفرد ادبی اسلوب کے بانی تھے اسی لیے ان کے قلم سے جو مضمون بھی نکلا، سدابہار ہو گیا۔ ان کی تحریروں کی شگفتگی کا یہ عالم ہے کہ پڑھتے ہوئے قاری تحریر کی گرفت سے آزاد نہیں ہو سکتا۔" (ص:۱۱) ناشر نے جو کچھ لکھا ہے حرف بہ حرف سچ لکھا ہے۔ ذرہ برابر مبالغہ نہیں۔

زیر مطالعہ کتاب میں مولانا دریابادیؒ کے تنقیدی مقالات، کتابوں پر مقدمات و پیش لفظ اور مطبوعہ کتب پر تبصرے، ریڈیائی نشریات، تعزیتی مضامین "وفیات" اور چند خطوط ہیں۔

مولانا صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز ہی نہیں ایک بلند پایہ نقاد بھی تھے۔ اس کتاب میں ان کے چند تنقیدی مقالات شامل ہیں جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے انگریزی اور اردو ادبیات کا گہرا اور وسیع مطالعہ کیا تھا۔ لیکن وہ مغربی تہذیب سے مرعوب ہونے کے بجائے اس کی خرابیوں سے خوب آگاہ تھے۔ انہیں اردو کے ادباء اور شعراء کے کارناموں پر فخر تھا اور وہ انہیں مغرب کے ادباء سے کسی طرح کم تر نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی تنقیدی نگارشات کو پڑھ کر ہمیں اردو کے ادبی سرمایہ کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اردو کے بعض ناقدوں کی طرح احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے بجائے ہمیں اس بات پر فخر کرنا سکھاتے ہیں کہ ہماری زبان اردو ہے۔

انہوں نے شعراء میں حالی، اکبر، نواب مرزا شوق اور متعدد شعرا کے کلام پر نقد فرمایا ہے اور ان کے کلام کے محاسن کو بڑی تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ ادیبوں میں مرزا رسوا، پریم چند، راشد الخیری اور علامہ شبلی نعمانیؒ کے ادبی اور علمی کارناموں پر مفصل بحث کی ہے۔ جن کتابوں پر انہوں نے پیش لفظ، مقدمہ، دیباچہ، تقریب یا تعارف لکھا ہے اس میں بھی انہوں نے کتاب کے ادبی محاسن اور مصنف کی شخصیت کا جامع تعارف پیش کر دیا ہے۔

سیرت محمد علی (رئیس احمد جعفری)، کلام جوہر (مولانا محمد علی جوہر)، مسدس حالی (صدی اڈیشن)، سفر سعادت (حاجی امیر احمد علوی کاکوروی)، سیرت سید احمد شہید (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)، تاریخ نظم اردو (حکیم ابوالعلا سعید احمد ناطق)، مسلمان اور آزادی کی جنگ (عبدالوحید خاں) اور مداوا (غلام احمد فرقت کاکوروی) پر ان کے مقدمات خوب ہی نہیں بہت خوب ہیں۔

مولانا نے اپنی زندگی میں نہ معلوم کتنی کتابوں پر تبصرے فرمائے ہوں گے لیکن مرتب کتاب نے اس ضمن میں صرف اٹھارہ انیس تبصرے شامل کیے ہیں۔

ظفر عمر علیگ کے جاسوسی ناولوں پر مولانا نے مرزا بلگرامی کے عنوان سے زبردست تبصرہ فرمایا ہے۔ اسی طرح "نغمہ زندگی" حامد حسن قادری کتاب "نقد و نظر" غلام عباس کی کتاب "جزیرۂ سخنوراں" رشید احمد صدیقی کی کتاب "خنداں" اور "گنج ہائے گرانمایہ" خواجہ محمد شفیع دہلوی کے کتب (۱) ہم اور وہ (۲) دلی کا سنبھالا (۳) شرح درد (۴) ناکام (۵) نزول رحمت معروف بہ میلاد شریف اور (۶) چند افسانے۔ شوکت تھانوی کے ناول "شیش محل" سر سید رضا علی کی خودنوشت "اعمال نامہ" جوش ملیح آبادی کے رسالہ ماہنامہ کلیم دہلی، مرزا فرحت اللہ بیگ کی کتاب انشاء اللہ خاں انشاء کی شاعری پر "انشاء" اور مولوی عبدالحق کی کتاب "چند ہم عصر" یہ مولانا کے تبصرے در حقیقت ادبی شہ پارے ہیں۔ نقد و نظر کا اعلیٰ معیار پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب میں مولانا کے گیارہ ریڈیائی نشریات بھی شامل ہیں جو زیادہ تر لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوئے تھے۔ ان کے عنوانات یہ ہیں (۱) ہماری زندگی (۲) سائنس پر مکالمہ (۳) مولانا محمد علی (۴) امیر خسرو: بزرگ اور درویش کی حیثیت سے (۵) محمد علی کے خطوط (۶) غالب کا فلسفہ (۷) شکوہ و جواب شکوہ (۸) آدمی نامہ (۹) نظیر کی دلچسپی عام چیزوں میں (۱۰) اکبر الٰہ آبادی (۱۱) دلم در عاشقی آوارہ شد۔

مولانا دریابادی نے لوگوں کے سانحہ ارتحال پر تعزیتی مضامین بھی لکھے ہیں ان میں چند مضامین کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے جو وفیات نگاری میں سنگ میل کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ "وفیات" دراصل نثری مرثیے ہیں جو مولانا کی انشاء پردازی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور بہادر یار جنگ کی وفات حسرت آیات پر انہوں نے جو تعزیتی مضمون لکھا ہے اسے پڑھ کر تو ان معاصر بزرگوں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہو گی کہ کاش ہم ان کے زمانے میں مرتے اور وہ اسی طرح کا ایک نثری مرثیہ لکھ دیتے۔ وفیات میں وہ ایک زندہ تصویر کھینچ دیتے تھے۔ "ماں کے قدموں پر"

وفیات نگاری میں ایک شاہکار ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ماں کی جدائی میں ایک ننھا سا بچہ بلک بلک کر رو رہا ہے۔ اخیر میں مولانا کے کچھ خطوط ہیں جن پر حاشیہ ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی نے رقم فرمایا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کی یہ کتاب دو جلدوں میں فروری ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ زیر مطالعہ مجموعے میں دونوں جلدوں کے مضامین شامل ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی ادبی تحریروں کا یہ مجموعہ ایک قیمتی تحفہ ہے جس کے لیے ہم ادارہ علم و فن کا جس قدر شکریہ ادا کریں کم ہے۔ اے اہل ادب آؤ یہ میراث سنبھالو۔□□

پتہ : لائبرین، WAMY، پوسٹ بکس 10845، ریاض 11443 سعودی عرب

قاضی نور اللہ شوشتری کا تجاہل عارفانہ

تبصرہ: محمد فاروق خاں ایم۔اے

نام کتاب: قاضی نور اللہ شوشتری کا تجاہل عارفانہ	مؤلف: توفیق احمد قادری چشتی امروہوی
صفحات: ۳۸۲	قیمت: -/۲۵۰ روپے
ناشر: نیشنل بک ڈپو، بازار گدڑی، امروہہ، ضلع جیوتی با پھولے نگر، یوپی۔ 244221	

حضرت مخدوم سید حسن شرف الدین شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شیعہ اثنا عشری نے شیعہ ثابت کرنے کی جسارت بے جا کی تھی۔ مصنف نے دلائل و شواہد اور خود شیعہ مصنفین کی کتابوں کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ شاہ ولایت امروہویؒ شیعہ مسلک کے ہرگز حامل نہ تھے۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں شیعہ حضرات کے بعض دوسرے الزامات کی بھی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً طبقہ صوفیہ تفضیلیت کا قائل رہا ہے۔ خواجہ اجمیریؒ کے یہاں شیعیت پائی جاتی ہے۔ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ اور امام غزالیؒ زمرۂ شیعیت میں شامل تھے۔ ان الزامات کی مدلل تردید مصنف نے کی ہے۔

بعض دوسرے اہم امور کا انکشاف بھی اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ سے لے کر ائمہ یازدہم تک سبھی حضرات سنی مسلک کے حامل رہے ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؒ سے حضرت امام حسن عسکریؒ متوفی ۲۶۰ھ تک کوئی کتاب ان حضرات کی ایسی نظر نہیں آئی جس میں خلفاء اربعہؓ یا صحابہ کرامؓ کی توہین کی گئی ہو اور نہ ہی ۲۶۰ھ تک فقہ جعفری کا کوئی وجود رہا ہے۔ محمد باقرؒ سے عہد محمد حسن عسکریؒ تک یعنی ۲۶۰ھ تک امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کی فقہ پر عمل نظر آتا ہے۔ ان چاروں فقہا کے اصولوں کی تردید ۲۶۰ھ تک نہیں پائی جاتی۔ امام بخاریؒ کا عہد، امام محمد تقیؒ، امام علی نقی اور امام حسن عسکری نے دیکھا لیکن انہوں نے ان کی احادیث پر کوئی جرح و قدح نہیں کیا۔ جب امام حسن عسکری ۲۶۰ھ میں وفات پا گئے تو پھر اس کے بعد سبائی ذہنیت اسلام کی بیخ کنی کے لیے سامنے آئی۔ اور ان ائمہ خاندان رسول ﷺ کو بدنام کرنے کے تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ شیعہ امامیہ کے عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی نے لکھا ہے کہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی کتابوں میں شیعہ راویوں کی روایات کا جائزہ لیا جائے تو یہ افسوسناک نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ بعض شیعہ راویوں نے اسلام کی تصویر بگاڑنے کی جسارت کی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان راویوں کا مقصد اصلاً شیعہ عقائد کو استحکام بخشنا نہیں بلکہ اسلام سے متعلق ہر چیز کی تصویر کو بگاڑ دینا رہا ہے۔

انہوں نے اہل بیتؓ سے لے کر آپ کے صحابہؓ تک سبھی کے چہرے مسخ کرکے رکھ دیے ہیں گویا شیعہ راویوں اور محدثین نے اہل بیت کی محبت کے پردے میں اسلام کی بنیادوں کو تباہ کردینے کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے رکھی تھی۔

اس کتاب میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے معترکۃ الآراء مسئلہ کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور اس کے صحیح مفہوم پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس سلسلے میں مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کے بیش قیمت اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

مصنف کا انداز بیان کہیں کہیں نہایت سخت اور جارحانہ ہو گیا ہے جس کا اسے خود بھی اعتراف ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ توفیق احمد صاحب امروہوی (مصنف کتاب ہٰذا) کے اندر تحقیق و تنقید اور تفتیش کی اچھی خاصی صلاحیت موجود ہے۔ خدا ان سے کوئی بڑا کام لے۔ بہتر ہوتا کہ مصنف اپنی صلاحیت کو امت کی خیر خواہی میں مثبت انداز سے کام کرنے میں صرف کرتے کیوں کہ اب مناظرہ اور اختلافات کا وقت نہیں۔ اس رویے نے عالمی سطح پر امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ لہٰذا امت میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ کیوں کہ اس طرح کی کتاب کی اشاعت امت کو مزید انتشار کی طرف ڈھکیل سکتی ہے۔□□

ڈاکٹر ذاکر حسین: حیات و خدمات

تبصرہ: ڈاکٹر سلیم قدوائی

نام کتاب: ڈاکٹر ذاکر حسین: حیات و خدمات (قومی سیمینار ۲۹۔۳۱ مئی ۱۹۹۹ء کی روداد اور مقالے)
صفحات: ۴۸۸ قیمت: -/۳۰۰ روپے
ناشر: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004

ڈاکٹر ذاکر حسین ایک جامع صفات شخصیت تھے۔ انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی ہمہ گیر شخصیت کے انمٹ اور ناقابل فراموش نقوش چھوڑے ہیں۔ ذاکر صاحب بنیادی طور پر ماہر تعلیم تھے۔ انہوں نے شروع سے ہی تعلیم کو اپنا مقصد حیات قرار دیا تھا۔ جرمنی سے اعلیٰ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان کو اچھی سے اچھی ملازمت آسانی سے مل سکتی تھی لیکن انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی خدمت کو ترجیح دی۔ انتہائی ناسازگار اور حوصلہ شکن حالات میں نہایت قلیل مشاہرہ پر اس قومی ادارے کی آبیاری کی اور تعلیم کے میدان میں ایک نیا اور انوکھا تجربہ کیا اور ان کا نام جامعہ سے اس طرح جڑ گیا کہ عام طور سے لوگ ان کو جامعہ کا بانی سمجھنے لگے حالانکہ جامعہ کے اصل بانی مولانا محمد علی جوہر تھے۔

وہ طویل عرصہ تک جامعہ سے وابستہ رہے۔ تقسیم ہند کے بعد مولانا آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو کے اصرار پر ذاکر صاحب نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلری کی ذمہ داری قبول کی۔ اس وقت علی گڑھ ایک نہایت نازک دور سے گزر رہا تھا اور حالات بے حد حوصلہ شکن تھے۔ مایوسی اور انتشار کے اس دور میں ذاکر صاحب نے اس چیلنج کو قبول کیا اور حالات کو سدھارنے اور بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی اور بڑی حد تک کامیاب رہے۔ شدید مخاصمانہ فرقہ وارانہ حالات میں مسلم یونیورسٹی کے پیچیدہ مسائل کو دانش مندانہ اور خیر خواہانہ انداز میں حل کرایا اور یونیورسٹی کی پوزیشن کو ملک کے نئے حالات میں مستحکم بنایا۔ تعلیمی اداروں کی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہونے کے بعد وہ بہار کے گورنر بنے،

نائب صدر کے عہدے کو وقار بخشا اور پھر صدر جمہوریہ ہند کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔

گورنر بہار کی حیثیت سے ڈاکٹر ذاکر حسین کا تعلق خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ سے گہرا رہا۔ کتابوں سے دلچسپی کی بنا پر وہ اس کے مخلص سرپرست بنے اور ان کی کوششوں سے حکومت ہند نے اس کو قومی اہمیت کا ادارہ تسلیم کیا اور اس کی کفالت کے لیے مرکزی حکومت کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس لائبریری کے سابق اور فعال ڈائرکٹر ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے اپنے دور میں اس لائبریری کے زیر اہتمام اعلیٰ پیمانے کے سیمیناروں کی جو روایت قائم کی تھی وہ ان کے جانشین حبیب الرحمٰن چغانی صاحب نے بھی برقرار رکھی۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کی صد سالہ پیدائش تقریبات کے سلسلے میں خدابخش لائبریری نے ایک سہ روزہ قومی سیمینار کا انعقاد کیا تھا۔ اس میں ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نے شرکت کی اور ذاکر صاحب کی دلنواز شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر مقالے پیش کیے۔ زیر تبصرہ کتاب ان سب مقالات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں تین حصے یعنی اردو انگریزی اور ہندی شامل ہیں۔ کتاب کا بڑا حصہ اردو مقالوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں پیغامات اور خطبات شامل ہیں۔ مقالات میں ذاکر صاحب کی شخصیت، تعلیمی نظریات، اداروں اور مقامات سے تعلق، ان کے خطوط و خطبات، ان کے دوست واحباب، بچوں کے ادب سے ان کا تعلق، ترجمے کے میدان میں ان کی خدمات اور تصور مذہب جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سیمینار کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں ذاکر صاحب سے متعلق اداروں اور اشخاص کی بھرپور نمائندگی تھی اور ان کے شاگردوں کی بڑی تعداد بھی اس میں شریک رہی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ذاکر صاحب کی جو تصویر ابھر کر سامنے آئی ہے وہ ایک متوازن، دلآویز، دردمند، سادہ مزاج، فراخ دل اور وسیع النظر انسان کی ہے جو ہند اسلامی تہذیب کا ایک دلکش نمونہ تھے۔ اختلافات کو خوش اسلوبی کے ساتھ طے کرلینا اور بلا اختلاف سب کی حمایت حاصل کرلینا ان کا کمال تھا۔ صبر و تحمل سے کام کرنا اور اختلافات سے گریز کرنا ان کے کردار کی اہم خصوصیات تھیں۔ مخالفتوں میں اپنے توازن کو قائم رکھنا، دامن کو آلودگی سے محفوظ رکھنا، نگاہ کی بلندی اور سخن کی دلنوازی کو برقرار رکھنا، اس وقت ممکن ہے جب سیدھی راہ پر چلا جائے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب بلاشبہ ایک ایسی ہستی کے مالک تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی ملک و قوم کی خدمت میں گزاری۔

اتنی اچھی اور ذاکر صاحب کے شایان شان کتاب شائع کرنے کے لیے مرتبین یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔

بہرحال ذاکر صاحب کی شخصیت اور مختلف شعبوں میں ان کی خدمات اور کارنامے اس قدر وسیع ہیں کہ ان پر مرتب کی جانے والی کتاب خواہ کتنی بھی ضخیم کیوں نہ ہو پھر بھی تشنگی کا احساس رہتا ہے۔ کتابت اور طباعت بحیثیت مجموعی اچھی ہے۔ سوائے اس کے بیچ میں چند صفحات غلط جوڑ دیے گئے ہیں جس سے کتاب کا وقار مجروح ہوتا ہے اور پڑھنے والے کو پریشانی ہوتی ہے۔ قیمت بھی مناسب ہے۔□□

پتہ: 107، سماچار اپارٹمنٹ، میور وہار، فیز1، دہلی 110091

اردو بک ریویو کے نئے تاحیات ممبر:
جناب زبیر احمد چمپا
دارالخیر، 4/4A، نوائط کالونی، بھٹکل۔ 581320 (کرناٹک)

غیر مسلم ذہن کے شبہات

تبصرہ: عارف اقبال

نام کتاب: غیر مسلم ذہن کے شبہات اور ہمارا موقف مصنف: پروفیسر عمر حیات خاں غوری
صفحات: ۱۱۱ اشاعت: نومبر ۲۰۰۰ء قیمت: ۔/۳۵ روپے
ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔110025

پروفیسر عمر حیات خاں غوری انجمن اسلامیہ کالج (بھٹکل) میں صدر شعبہ اردو کے عہدے سے ریٹائر ہوچکے ہیں۔ موصوف کو اسلامیات سے دلچسپی رہی ہے۔ بالخصوص اسلام کے سیاسی و معاشرتی امور پر ان کی کئی کتابیں خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

زیر نظر کتاب میں اسلام اور اس کے نظام سے متعلق بے شمار ایسے سوالات جو غیر مسلموں کی طرف سے اٹھائے جاتے رہے ہیں، ان میں سے بعض سوالات کے جواب فاضل مصنف نے دیئے ہیں۔ معترضین کی طرف سے بعض سوالات تو اسلام میں کیڑے نکالنے کے لیے جاتے رہے ہیں لیکن بعض سوالات واقعتاً اسلام کو سمجھنے اور اس سے قریب تر ہونے کے لیے بھی کئے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر اوقات کافی وشافی جواب نہ ملنے کے سبب غیر مسلموں میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ افسوس ناک صورت حال اس وقت سامنے آتی ہے جب مسلمانوں میں سے کسی پڑھے لکھے فرد (چاہے وہ جس مسلک یا مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو) سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ بغلیں جھانکنے لگتا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ عام طور پر پڑھے لکھے مسلمانوں کی اسلام سے عدم دلچسپی، اسلام سے محض روایتی تعلق یا اسلام کا علم نہ ہونا ہے۔ قرآن واحادیث سے براہ راست استفادہ کی شکل تقریباً منقطع ہوگئی ہے۔ اس سلسلے میں مدرسے کے موجودہ فارغین کا حال کچھ کم اندوہناک نہیں ہے۔ اس وقت بدقسمتی سے اسلام سے روایتی تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد کروڑوں میں پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انفرادی سطح پر جہاں عام مسلمان دین سے ناواقفیت کا شکار ہے وہاں ایک بڑے تبلیغی گروہ کا حال کچھ کم تکلیف دہ نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس گروہ نے قسم کھالی ہے کہ وہ اسلام کی حقیقت سے نہ خود واقف ہوں گے اور نہ ہی دوسروں کو حقیقت تک پہنچنے دیں گے۔ عام طور پر سادہ لوح مسلمان تو عقیدۃً اور احتراماً اسلام کے پیرو نظر آتے ہیں۔ لیکن علمی سطح پر ان کا شمار کس درجے میں نہیں ہوتا ہے۔ ان میں عصری تعلیم پانے والے ہوں یا دینی مدرسے کے تعلیم یافتہ، تقریباً سبھوں کا حال کسی نہ کسی درجے میں یکساں ہے۔ لہٰذا علم کی کمی اور ناواقفیت سے ایک بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ جن شکوک وشبہات کا اظہار غیر مسلموں کی طرف سے کیا جاتا ہے، بعض اوقات کم علمی کے سبب خود یہ ناواقف مسلمان بھی انہیں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ موجودہ عہد میں ارتداد کی ایک خاص قسم پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ مسلمان رہتے ہوئے اب ہر اس کام کو جائز ٹھہرالیا گیا ہے جس کی نفی قرآن واحادیث میں کی گئی ہے۔ مسلمانوں کی عام اخلاقی حالت ہو یا معاشرتی، خاندانی نظام ہو یا تجارتی، ہر شعبے سے اسلام کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایسی صورت حال میں اسلام پر انگشت نمائی کرنے والوں کا جواب دینا تو درکنار ان کے سوالات کو سمجھنے والے لوگ بھی آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

یہ کتاب چونکہ بھارت کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ لہٰذا اس میں زیادہ تر سوالات مقامی نوعیت کے ہیں۔ تاہم اس میں بعض عالمی نوعیت کے سوالات بھی موجود ہیں۔ کچھ سوالات عبادات وعقیدے سے متعلق ہیں اور کچھ معاشرتی و

عام سماجی مسائل سے متعلق ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائق تحسین ہے۔ گرچہ اس کتاب میں فاضل مصنف نے بعض اہم سوالات کے یا تو ادھورے جواب دیے ہیں یا ناکافی۔ تاہم توقع کی جاتی ہے کہ اس کے مطالعے سے مسلمانوں کے اندر اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والے سوالات اور معترضین کے اذہان کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی اور دین کے بارے میں جو بغض وعناد غیر مسلموں کے ذہنوں میں ڈالا گیا ہے اس کے جواب کی تیاری میں یقینی طور پر مدد ملے گی۔

ناشر ومصنف دونوں اس اہم پیشکش پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ توقع ہے کہ ہر مسلک اور مکتب فکر کے افراد اس کتاب کی نہ صرف پذیرائی کریں گے بلکہ استفادہ بھی۔□□

تخلیق آدمؑ

تبصرہ: کفایت حسین انصاری

نام کتاب: تخلیق آدمؑ؟ (اول) مصنف: مولانا محمد عباس انصاری
صفحات: ۱۴۶ قیمت: ۔/۱۰۰ روپے
ناشر: سفینہ پبلی کیشنز، خانقاہ سوختہ، سری نگر

زبان اور قلم یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں میں سے ہیں اللہ نے مصنف کو دونوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر دور حاضر میں وہ ایک اچھے سخنور (مقرر) ہیں تو بہترین قلمکار بھی ہیں اور ان کے قلم کی طاقت کا ایک چھوٹا سا نمونہ زیر نظر تصنیف ہے۔ مصنف کی تعریف میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ ایک ممتاز عالم دین، مفکر اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام میں بھی اپنا مقام رکھتے ہیں۔ مصنف نے ۱۰ سے زائد کتابیں مختلف عناوین کے تحت تصنیف فرمائی ہیں، اور وہ اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ انہوں نے ماہنامہ سفینہ کا اجراء بھی کیا تھا۔ ان کا شمار حریت کانفرنس کے قائدین میں بھی ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں ایک یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف کے لیے اس جگہ قلم اٹھایا جہاں تمام وسائل تحریر کا فقدان ہے اور ان کے قلم سے ایسی کتاب منظر عام پر آئی کہ جس کو دیکھ کر وہ صاحبان قلم جن کے پاس تمام وسائل مہیا اور تمام اسباب فراہم تھے انگشت بدنداں رہ گئے۔ یہ کتاب مصنف کی زندان جودھپور میں کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں "تخلیق آدمؑ" کے تحت مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ ابتدا میں مصنف نے قرآن کی روشنی میں بتایا ہے کہ الخالق نے انسان کو بے مقصد وہدف پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی تخلیق ایک خاص مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ یعنی انسان زمین پر تمکن حاصل کرے اس لیے اس کے مرنے کے بعد بھی اس کی روح زندہ رہتی ہے۔ اس کے بعد تخلیق انسان کے بارے میں جو نظریات مختلف مکاتب فکر وادیان کے ہیں ان پر روشنی ڈالی ہے اور اسلام کی نظر میں انسان کی تخلیق کن اشیاء سے ہوئی اور کیا مقصد تھا اس کو قرآن، احایث، مفسرین اور فلاسفہ کے بیان کی روشنی میں ثابت کرتے ہوئے اس بحث میں وجود انسان کے مراحل کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ جس چیز کو تخلیق انسان کے بارے میں سائنس نے آج کشف کیا ہے اس کو قرآن چودہ سو سال قبل بتا چکا تھا۔ پھر تخلیق انسان سے قطع نظر تمام مخلوقات کے لیے بحث کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ "اللہ نے ہر مخلوق کے اندر کمال تک پہنچنے کا جذبہ ودیعت کیا ہے اور ہر مخلوق اس راہ پر فطری طور پر گامزن ہے اور اس کی مختلف مثالوں سے (جیسے ٹڈی، شہد کی مکھی وغیرہ) روشن کیا ہے۔ ایک

مسئلہ جو مسلمانوں اور دوسرے ادیان کے تحت مورد نزاع و بحث رہا ہے۔ یعنی "رجعت" اس پر بحث کی گئی ہے۔ نظام ہدایت جو بنی نوع انسان کے لیے خدا کی طرف سے معین ہوا ہے اس کے متعلق بتایا کہ وہ نظام سلسلہ نبوت کے بعد بھی باقی رہا اور اس کو قرآن و احادیث کی روشنی میں ثابت کرتے ہوئے عقلاء اور دانشمندان کی جو صفات قرآن میں بیان کی گئی ہیں ان پر بحث کی ہے۔ "کائنات پر غور و فکر کی ضرورت" کے تحت مصنف نے بتایا ہے کہ اللہ کی معرفت کیوں کر حاصل کریں اور مختلف جانور مثلاً چمگادڑ و طاؤس (مور) وغیرہ کی خلقت پر بحث کرتے ہوئے کتاب کی اس جلد کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

کتاب لائق مطالعہ اور غور و فکر کی طرف مائل کرتی ہے۔ طباعت نفیس اور کاغذ عمدہ ہے۔ ☐☐

پتہ: G-12 سکٹر 8 جسولا ویہار، نئی دھلی 110025

امراؤ طارق: شخصیت اور فن

تبصرہ: عارف اقبال

نام کتاب: امراؤ طارق: شخصیت اور فن مصنفہ: مہناز ضمیر
صفحات: ۱۶۳، قیمت: ۔/۱۰۰ روپے، اشاعت: ۱۹۹۸ء ناشر: مکتبہ جلیسان ادب، حیدر آباد (سندھ)
ملنے کا پتہ: فضلی بک، سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی

امراؤ طارق کا آبائی وطن فتح پور، ہسوا (اتر پردیش) کا ایک گاؤں شاہ پور ہے۔ ۲۴ مارچ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ ہائی اسکول تک کی تعلیم شاہ پور، الٰہ آباد، اور کانپور میں ہوئی۔ ۱۹۵۲ء میں پاکستان چلے گئے۔ لیکن اس سے قبل وہ چند سال مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں بھی رہے۔ ناسازگار حالات میں بھی انہوں نے تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ لہٰذا ہندو پاکستان ہجرت کے بعد انہوں نے ایل ایل بی کے بعد سیاسیات میں ایم اے کیا بعد ازاں لیگل انسپکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

امراؤ طارق کا شمار ان ادباء میں ہوتا ہے جنہوں نے ادب کی مختلف اصناف میں بہ یک وقت ہنر آزمائی کی اور ان کا حق ادا کرتے ہوئے مہارت کا ثبوت دیا۔ ان کی شخصیت منفرد اور ہمہ جہت ہے۔ انہوں نے افسانے، ناول، خاکے اور کالم کی دنیا میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ ان کی اصل پہچان افسانہ ہے۔ کیوں کہ انہوں نے لاینحل علامت نگاری سے بچ کر روایتی افسانے تحریر کرنے میں اپنی پہچان بنالی ہے۔ لیکن میرے نزدیک امراؤ طارق کا ایک ہی ناول "معتوب" انہیں بڑے ادیبوں کے صف میں کھڑا کرنے کے لیے کافی ہے۔

زیر نظر کتاب میں امراؤ طارق کی شخصیت اور فن کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ محترمہ مہناز ضمیر صاحبہ نے عہد حاضر کی ایک ایسی شخصیت پر قلم اٹھایا ہے جن کی ادبی خدمات کا اعتراف عہد حاضر کے بڑے ادباء اور نقادوں نے کھلے دل سے کیا ہے۔ اب تک ان کی کہانیوں کا ترجمہ پشتو، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ امراؤ طارق کے افسانوں اور ناولوں کی بنیاد گہرے مشاہدے پر ہے۔ وہ حقیقت سے آنکھیں نہیں چراتے خواہ تلخ ہو یا شیریں۔ ان کے ہاں کسی مغربی یا بیرونی ادیب یا نظریے کی چھاپ نہیں ملتی کیوں کہ وہ اپنے رنگ میں لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب معاصرین میں ان کو نمایاں مقام مل چکا ہے۔

مہناز ضمیر صاحبہ کی زیر نظر کتاب کے چھ ابواب ہیں۔ باب اول حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ باب دوم میں امراؤ طارق کے مدون افسانوں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ باب سوم میں ان کی ناول نگاری کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ باب چہارم مدون خاکوں کے جائزے پر مشتمل ہے۔ باب پنجم میں امراؤ طارق کی کالم نگاری پر اظہار خیال کیا گیا ہے؟ اور باب ششم میں امراؤ طارق کا بہ حیثیت مرتب جائزہ لیا گیا ہے۔ ضمیمہ کے تحت امراؤ طارق کے فن پر مشاہیر کی آرا دی گئی ہیں۔ مقالہ نگار نے ایک اہم کام یہ بھی کیا ہے کہ پوری کتاب کی تلخیص آخر میں دے دی ہے۔ یقینی طور پر قاری کے لیے یہ حصہ نہایت مفید ہے اور اردو کتاب کے لیے انہوں نے ایک اچھی روایت قائم کی ہے۔

توقع ہے کہ اردو دنیا کے لیے ایک ممتاز اور معروف ادبی شخصیت کو قریب سے جاننے اور ان سے استفادہ کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہو گی۔ ☐☐

پروفیسر عبدالواسع: فن اور شخصیت

تبصرہ: ڈاکٹر عبید الرحمٰن

نام کتاب: پروفیسر عبدالواسع: فن اور شخصیت مرتب: ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی
صفحات: ۱۹۲ قیمت: ۔/۲۰۰
ناشر: نرالی دنیا پبلی کیشنز، **358-A** بازار دہلی گیٹ، دریا گنج، نئی دہلی **110002**

اس میں کوئی شک نہیں کہ پروفیسر عبدالواسع اپنے تحقیقی اور تنقیدی کام کی وجہ سے ادب میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تین کتابیں، بہار میں اردو سوانح نگاری کا آغاز و ارتقاء، فن سوانح نگاری اور مفہوم کی سمت، منظر عام پر آکر قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ پروفیسر عبدالواسع کی ادبی خدمات کے اعتراف میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے یہ کتاب مرتب کی ہے جو ایک قابل قدر کوشش ہے۔

شخصیت اور فن سے متعلق کتاب قاری تک وہ معلومات پہنچاتی ہے جس سے اس مخصوص شخصیت اور اس کے کام کو جاننے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ پیش نظر کتاب، پروفیسر عبدالواسع فن اور شخصیت بھی اس ضمن میں آتی ہے۔ کل ۱۹۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ایک انٹرویو اور ۲۵ مقالات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر عبدالواسع کی نگرانی میں پی ایچ۔ ڈی کے تحت ۵۰ مقالات کی ایک فہرست بھی نظر آتی ہے۔

کتاب میں شامل مقالہ نگاروں نے پروفیسر عبدالواسع کی شخصیت اور فن کا اپنے اپنے طور پر جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا، پروفیسر وہاب اشرفی، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر علیم اللہ حالی، محمد سالم، ڈاکٹر خورشید سمیع، ڈاکٹر مرتضیٰ اظہر رضوی (مرحوم) ڈاکٹر مظفر بلخی، ڈاکٹر منصور عمر، ظفر ہاشمی (مرحوم) ڈاکٹر ایم اے ضیا، ڈاکٹر محمد نوشاد عالم، ڈاکٹر امام اعظم، ڈاکٹر ممتاز احمد خاں، ڈاکٹر کہکشاں یاسمین، ڈاکٹر امتیاز احمد صبا اور ڈاکٹر محمد فاروق اعظم کے مقالے قابل مطالعہ ہیں۔ ان میں محمد سالم اور ظفر ہاشمی کے مفصل اور مدلل مقالے خصوصی حوالے کے مستحق ہیں جن سے پروفیسر عبدالواسع کے فن کے کئی پہلو روشن ہوتے ہیں اور ساتھ ہی قاری ایک تجزیاتی مطالعہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔ ان دونوں مقالوں سے مقالہ نگاروں کے علم اور موضوع کی طرف سنجیدگی کا پتہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر خورشید سمیع کے دونوں مقالے عالمانہ انداز میں پروفیسر عبدالواسع کے فن کا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان چند مقالات کی وجہ سے کتاب کا وقار بڑھا ہے۔ مگر اسی

کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ کتاب میں چند ایسے مقالات بھی نظر آتے ہیں جو پروفیسر عبدالواسع سے محض ذاتی تعلقات کا بھرم رکھنے کے لیے لکھے گئے ہیں۔ ایسے مقالے کسی بھی طرح پروفیسر صاحب کا ادبی تعارف پیش نہیں کرتے۔ یہ مقالے کتاب میں کیوں شامل کئے گئے ہیں اس کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ ان سے محض کتاب کی ضخامت بڑھی ہے۔

کتاب کے آخر میں ڈاکٹر عبدالواسع کی نگرانی میں پی ایچ۔ ڈی مقالات کی فہرست شائع کی گئی ہے جن کے عنوانات اس حقیقت کا اشاریہ ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے مختلف اہم موضوعات پر مقالہ نگاروں کی رہنمائی فرمائی ہے۔ ہاں اس فہرست سے یہ واضح نہیں ہوپاتا ہے کہ یہاں سال سے کیا مراد ہے۔ کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ اس سال میں کن مقالہ نگاروں کو پی ایچ۔ ڈی ڈگری تفویض کی گئی، یا یہ کہ اس سال کے دوران ڈاکٹر صاحب نے کتنے مقالہ نگاروں کی رہنمائی کی۔ اگر ایسا سمجھ لیا جائے تو ایک سال کے عرصہ میں مثلاً ۱۹۸۸ء میں ۸ اور ۱۹۸۹ء میں ۷ مقالہ نگاروں کی رہنمائی اپنے آپ میں ایک بڑا کام ہے اور ہمارے سامنے ایک سوالیہ نشان بھی کھڑا کرتا ہے۔

کتاب کا سرورق متاثر نہیں کرپاتا۔ پروفیسر عبدالواسع کی تصویر کو یہاں جس تکنیک سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے پس منظر میں مختلف رنگوں کی جیسی آمیزش ہے اس سے کتاب کی سنجیدگی مجروح ہوتی ہے۔

کتاب کے سرورق پر ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کے نام کے آگے لفظ "مرتب" کی کمی کھٹکتی ہے۔ اس سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا ڈاکٹر صاحب اس کتاب کے مصنف ہیں۔ چونکہ یہ کتاب مختلف مقالات کا مجموعہ ہے، لہٰذا ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اس کے مرتب ہیں مصنف نہیں۔ بہر حال ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے پروفیسر عبدالواسع کے حوالے سے مختلف دانشوروں کے مقالوں کو ایک جگہ جمع کرکے مستحسن کام کیا ہے۔

کتاب کی طباعت صاف ستھری ہے اور قیمت بھی مناسب ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب میں شامل کچھ مقالات پروفیسر عبدالواسع کی شخصیت اور فن کو اجاگر کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔□□

پتہ: 12/176، مرزا اپارٹمنٹ، ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

کلکتے کا عصری ادب نمبر

تبصرہ: عارف اقبال

رسالہ: ماہنامہ انشاء "کلکتے کا عصرہ ادب نمبر" مدیر: ف۔ س۔ اعجاز سائز 30/8×20 صفحات: ۳۲۰
ستمبر۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء، جلد: ۱۵، شمارہ: ۹۔۱۰ قیمت: ۔/۲۰۰ روپے، سالانہ زر تعاون: ۔/۱۲۰ روپے
پتہ: ماہنامہ انشاء B-25 ذکریا اسٹریٹ، کولکوتہ 700073

ماہنامہ انشاء کا ادبی سفر تقریباً ۱۵ سال سے جاری ہے۔ اب تک اس کے بارہ خصوصی شمارے شائع ہوچکے ہیں۔ اس رسالہ میں افسانے، تنقیدی مضامین، ڈرامے، تبصرۂ کتب (ادبی) اور شعری تخلیقات خصوصیت سے شائع کی جاتی ہیں۔

زیر نظر خصوصی شمارہ "کلکتے کا عصری ادب نمبر" میں کلکتہ کے ۶۹ ادباء اور شعراء کی تخلیقات شامل ہیں۔ لیکن اس نمبر کی بڑی خصوصیت اس کی رنگارنگی ہے جس میں ہر سطح کے ادیبوں اور شاعروں کو جگہ دی گئی ہے۔ ادباء اور شعراء کے لیے بطور اعزاز ایک گوشہ مختص کیا گیا ہے جس میں ان کے مختصر سوانحی کوائف اور تخلیقی رجحان کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کلکتے کے ادبی حلقے کو اردو دنیا میں متعارف کرانے کی یہ کوشش مدیر کے خلوص اور فراست کی غماز ہے۔ اس اہم پیش کش پر

مدیر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اس وقیع نمبر میں ہر ادیب یا شاعر کی چند ایسی تخلیقات شائع کی گئی ہیں جن کا مطالعہ ان کے رجحان اور ادبی ذوق کا پتہ دیتا ہے۔ اس طرح سے قاری بیک وقت جہاں ادیب یا شاعر کی ذاتی زندگی اور جہد مسلسل سے واقف ہوتا ہے وہیں اس کی تخلیقات سے فی الفور جو تاثرات ذہن پر مترشح ہوتے ہیں، شاعر یا ادیب کے سلسلے میں قاری کو اس کے ذوق و معیار کو پرکھنے میں مدد ملتی ہے۔ مدیر نے اس خصوصی نمبر میں ایک اچھی روایت یہ قائم کی ہے کہ تمام ادباء و شعراء کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی ہے۔ لہٰذا ایک نظر یہ پتہ لگانا دشوار ہوتا ہے کہ ان میں بزرگ، کہنہ مشق اور تجربہ کار ادباء و شعرا کون ہیں جب تک ان کے سوانحی کوائف کا مطالعہ نہ کرلیا جائے۔ ہاں بعض معروف ادبا اور نقاد سے تو اردو دنیا بخوبی واقف ہے خواہ ان کا نام فہرست میں سب سے آخری نمبر پر کیوں نہ دیا گیا ہو۔

اس خصوصی نمبر سے کسی قدر منفرد اسی طرح کی ایک اہم کوشش بنگلور کے جناب عظیم الدین عظیم کی طرف سے بھی کی گئی ہے۔ گرچہ اس کوشش میں ادبا اور شعراء کی تخلیقات، شامل نہیں ہیں لیکن کرناٹک کے تقریباً ۳۵۰ ادباء و شعراء اور صحافیوں کے سوانحی کوائف اور ان کے موجودہ پتے کے ساتھ یہ کتاب یا ڈائرکٹری دو حصوں میں شائع ہوچکی ہے۔ اس کتاب کا نام "کرناٹک کے اردو ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں کی ڈائرکٹری" ہے۔ اس طرح کا انسائکلوپیڈک کام یقینی طور پر لائق تحسین، وقت کی ضرورت اور نئی نسل کے لیے تاریخی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس طرح کی ایک کوشش حال ہی میں آندھرا پردیش اردو اکیڈمی کی طرف سے بھی کی گئی ہے۔ چونکہ زیر نظر خاص نمبر میں سوانحی کوائف کے ساتھ تخلیقات (عصری ادب) کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ اور اگر اس میں چھوٹے بڑے دیگر قلم کاروں کو بھی جگہ دی جاتی تو شاید اس کی ضخامت بہت بڑھ جاتی۔ لہٰذا ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کلکتے کے ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں کی ایک ایسی ڈائرکٹری بھی ترتیب دی جائے جو اردو کی خدمت کرنے والے تمام اہل قلم پر محیط ہو۔

اس خصوصی نمبر کے اداریے میں کلکتہ کی ادبی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور اردو اداروں کی سرگرمیوں کا بھی تعارف کرایا گیا ہے۔ توقع ہے کہ ماہنامہ انشاء کے اس خصوصی نمبر سے اردو دنیا استفادہ بھی کرے گی اور مدیر کی محنت و کاوش کی بھرپور پذیرائی بھی کی جائے گی۔□□

مقالات: قومی سرسید سیمینار

تبصرہ: سالک دھامپوری

نام کتاب: مقالات قومی سرسید سیمینار مرتب: ریاض الرحمٰن شروانی
صفحات: ۱۹۸ قیمت: ۔/۱۵۰ روپے (مجلد)
ناشر: آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، علی گڑھ

زیر نظر کتاب اصل میں سرسید احمد خاں (مرحوم) کی تعلیمی، سیاسی اور ملی خدمات پر منعقد ہونے والے سیمینار میں پڑھے جانے والے مقالات کا مجموعہ ہے جس کو جناب ریاض الرحمٰن شروانی صاحب نے اہتمام کے ساتھ شائع کرایا ہے۔ سرسید احمد خاں کی ملت کے سلسلے میں کی جانے والی خدمات سے ملت کے کسی فرد کو انکار نہیں۔ خصوصاً انہوں نے تعلیمی میدان میں اس دور میں جبکہ مسلمانوں کی اکثریت انگریزی تعلیم حاصل کرنا کسی بھی طرح درست خیال نہیں کرتی

تھی، انہوں نے مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے ایک تعلیمی ادارہ کی داغ بیل ڈالی اور اس سلسلے میں انہوں نے پیش آنے والی ہر دشواری، پریشانی اور مشکلات کا بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ وہی تعلیمی ادارہ جس کو آج سے تقریباً سوا سو سال قبل سرسید نے ایک پودے کی شکل میں لگایا تھا آج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی شکل میں ایک تناور درخت کی طرح ہمارے سامنے موجود ہے۔

سرسید احمد خاں اپنے سامنے جو اعلیٰ مقاصد رکھے تھے اور جن کی تکمیل کا انہوں نے مصمم ارادہ کیا تھا دراصل وہ مقصد کچھ اتنا وسیع تھا کہ اس کی وسعت ہی اس مقصد کی تکمیل کی راہ میں حائل ہو گئی تھی لیکن ایسا تصور کرنا حقیقت سے انحراف کے برابر ہے بلکہ ان کی ناکامیوں کے اسباب کچھ اور بھی تھے اور جہاں تک ہماری ناقص رائے میں ان اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ان کی ملت اور ان کی قوم اتنی دور تک دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئی تھی، جتنی دور تک سرسید احمد خاں اس وقت دیکھ رہے تھے۔

زیر نظر مجموعہ میں جن حضرات کے مقالے موجود ہیں ان میں اکثر کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے رہا ہے۔ مقالہ نگاروں نے اپنے اپنے طور پر سرسید احمد خاں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ جن عنوانات کو مقالات کا موضوع بنایا گیا ہے ان پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ ان عنوانات کو دیکھ کر اس مجموعہ کی اہمیت و قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

(۱) سرسید احمد کا تعلیمی تصور (۲) اردو تعلیم کا مسئلہ اور سرسید (۳) سرسید تحریک اور تعلیم نسواں (۴) سرسید کا تہذیبی شعور (۵) سرسید اور مسلمانوں میں سیاسی شعور کی بیداری (۶) سرسید احمد کے سیاسی نظریات اور کارنامے (۷) کل سے آج کے رشتے (۸) سرسید احمد علی گڑھ تحریک اور ان کے بعض مبصرین (۹) علی گڑھ تحریک اور اکیسویں صدی کے تقاضے (۱۰) سرسید اور اقبال کے فکری اکتسابات (۱۱) سرسید اور اقبال مماثلتوں کی تلاش (۱۲) سرسید احمد خاں عربی تحریروں میں (۱۳) جدید ہندوستان کی تعمیر میں فرزندان علی گڑھ کا حصہ (۱۵) سرسید کی کانفرنس۔

اس مجموعہ میں دو مقالہ انگریزی زبان میں لکھے ہوئے بھی موجود ہیں جو ایسے افراد کے ہیں جن کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اردو زبان سے واقف نہیں ہیں۔ سیمینار میں انہوں نے انگریزی میں اپنے مقالے پڑھے ہوں گے لیکن مرتب کو چاہئے تھا کہ وہ مجموعہ میں ان کا اردو ترجمہ شائع کرتے۔ یہ اردو زبان کے ساتھ عجیب المیہ ہے کہ اس کے اپنے بھی اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ یہ مقالے ہیں ...... "The Islamic vision of Sir Sayed Ahmad Khan" اسے لکھا ہے جناب جمال خواجہ نے۔ دوسرا انگریزی زبان میں لکھا ہوا مقالہ ہے "Contemporary Relevance of Sir Sayed: Educational backwardness of Indian Muslims and Challenges of the 21st. Century. یہ مقالہ جناب عشرت علی قریشی صاحب نے لکھا ہے۔

مجموعی طور پر اس کتاب کے مطالعے سے سرسید احمد خاں کی زندگی اور ان کے ذریعہ کئے گئے علمی، تعلیمی اور سیاسی کاموں سے واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ سرسید احمد خاں پر تحقیقی کام کرنے والے طالب علموں کے لیے بھی یہ کتاب ایک گائڈ کے طور پر رہنمائی کر سکتی ہے۔□□

پتہ : E-35B ابو الفضل انکلیو اوکھلا، نئی دهلی. 110025

کتاب ہم نشیں اور تنہائی کی اچھی دوست ہے۔

وفیات مشاہیر اردو

تبصرہ: ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی

نام کتاب: وفیات مشاہیر اردو (حصہ اول) مرتب: بشارت علی خاں فروغ
صفحات: ۶۷۲ قیمت: -/۴۰۰ روپے
ناشر: بشارت علی خاں، ایڈووکیٹ، محلہ شاہ آباد گیٹ، رامپور

زیر نظر تالیف میں اردو شاعری، نثر نگاری، مصنفوں، ادیبوں، اردو کے استادوں، اردو کے ناشروں غرض کہ کسی نہ کسی نہج سے اردو سے وابستہ اور متعلق دو ہزار پانچ سو پندرہ یعنی ڈھائی ہزار سے اوپر شخصیتوں کی نہ صرف تاریخ وفات دی گئی ہے بلکہ ان میں سے اکثر کی تصانیف اور اگر شاعر ہے تو ان کے استاد کا ذکر کیا گیا ہے۔ زیادہ تر شخصیتوں کی سن ولادت بھی دیا گیا ہے اور ان کی عمر بھی بیان کی گئی ہے۔

کتاب ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اور اس اعتبار سے منفرد اہمیت کی حامل ہے۔ بلاشبہ اس کی اشاعت سے اردو بہت مالا مال ہوئی ہے اور یہ اردو میں بڑا ہی قابل قدر اضافہ ہے۔ اور یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے کہ یہ کارنامہ صرف ایک فرد واحد نے انجام دیا اور اس کے لیے مرتب بجا طور سے تہنیت اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان کا یہ کارنامہ اردو دنیا جو کروڑوں افراد پر مشتمل ہے، ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اس تالیف میں متقدمین شعراء، ادیبوں اور شخصیتوں کا بھی ذکر ہے اور اردو سے تعلق رکھنے والے ان شخصیتوں کا بھی جن کا کتاب کے چھپنے سے کچھ پہلے انتقال ہوا۔ بعض شخصیتوں کا ذکر کئی بار آگیا ہے۔

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کا صحیح نام مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ہے نہ کہ عتیق احمد عثمانی۔ اسی طرح حکیم الاسلام مولانا قاری طیب دیوبندیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند تھے لیکن اس کتاب میں یہ القاب مولانا طیب رامپوری کو دیا گیا ہے۔ انیس احمد عباسی ایڈیٹر حقیقت لکھنؤ کی اصل حیثیت صحافی کی تھی اس کا ذکر رہ گیا ہے۔ اسی طرح عبدالرزاق خاں ملیح آبادی بھی معروف صحافی تھے اور آزاد ہند کلکتہ کے ایڈیٹر رہے۔ کسمنڈی لکھنؤ کے ضلع میں ہے نہ کہ آگرہ میں۔

اشاریہ ہونے سے کتاب کی افادیت میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا۔□□

پتہ: (سابق استاذ A.M.U، علیگڑہ و ممبر راجیہ سبھا) 107، سماچار اپارٹمنٹس، میور ویہار، دهلی. 110091

دو دیدہ زیب تازہ کتابیں

فلسفے کے بنیادی مسائل
قرآن حکیم کی روشنی میں
مؤلف: مولانا امین احسن اصلاحیؒ مرتبین: محبوب سبحانی، خالد مسعود
صفحات: ۲۵۶، قیمت: -/۱۰۰ روپے
"تدبر کرنے والوں کے لیے سب سے زیادہ مددگار چیز جو ہو سکتی ہے وہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہ مذہب پر غور کرنے کے ساتھ فلسفہ کے بنیادی مسائل پر بھی غور کرتے رہیں۔" (امین احسن اصلاحی)

ڈاکٹر عبید الرحمٰن کا پہلا شعری مجموعہ
آواز کے سائے
صفحات: ۱۴۴ قیمت: ۱۲۰
"... واقعہ یہ ہے کہ ان کے کلام میں غم دوراں اور غم انسانی کو غالب اکثریت کی حیثیت حاصل ہے۔ مقام مسرت ہے کہ انہوں نے سستی رومانی یا تفریحی شاعری نہیں کی ہے۔"
(پروفیسر حفیظ بنارسی)

ملنے کا پتہ : Applied Publications Pvt. Ltd. New Delhi-110002

پارس

تبصرہ: محمود عالم

نام کتاب: پارس (ناول)   مصنف: اقبال انصاری
تعداد صفحات: ۱۴۰، قیمت: ۔/۱۵۰ روپے سن اشاعت: ۲۰۰۰ء
ناشر: محمد شیراز انصاری F-176 پانڈو نگر، دہلی۔ 110091

پارس ایک ناول ہے جسے نہ تو ہم جاسوسی ناول کہہ سکتے ہیں اور نہ سماجی، نہ خالص ادبی اور نہ تفریحی۔ یہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد ناول ہے۔ انسانی درندے پن کی کہانی، قتل اور مجرمانہ سازش کی داستان۔ انگریزی اور مغربی زبان میں اس قسم کے ناول بہت لکھے گئے ہوں گے لیکن اردو میں یہ ایک اچھوتا اور نیا تجربہ ہے۔ جرم و سزا، قتل اور سازش، قانونی موشگافی اور انسانی نفسیات سے مرکب یہ کہانی دلچسپ بھی ہے اور متحیر کن بھی۔

پارس ایک نوجوان وکیل ہے جو وکالت کی سند رکھتے ہوئے بے روزگاری اور افلاس کا شکار رہتا ہے۔ بھوک افلاس اور بے روزگاری سے تنگ آکر یہ نوجوان جس لمحہ خودکشی کا ارادہ کرتا ہے عین اسی وقت ایک نہایت مالدار خوبصورت جوان عورت اس سے قانونی صلاح و مشورہ کے لیے ملتی ہے۔ پارس جو چند لمحے خودکشی کی بات سوچ رہا تھا خوشحالی اور فارغ البالی اس کی زندگی میں دیکھتے ہی دیکھتے آجاتی ہے۔ مسز ڈونا سانگی جس پر اپنے شوہر کے قتل کا الزام تھا پارس کو اپنے مقدمہ کا وکیل بناتی ہے۔ اور منہ مانگی فیس ادا کرتی ہے۔ پارس اپنی ذہانت سے عدالت کے سامنے یہ ثابت کرتا ہے کہ مسز ڈونا سانگی نے اپنے شوہر کا قتل نہیں کیا تھا بلکہ اس کے شوہر نے خودکشی کی تھی۔ ڈونا سانگی کے مقدمہ میں کامیابی کے بعد پارس کی شہرت ایک کامیاب وکیل کی حیثیت سے پورے شہر میں پھیل جاتی ہے۔ نامور سرکاری وکیل گاگر کو بری طرح شکست ہوتی ہے۔ مسز ڈونا سانگی کے ذریعہ اسے دوسرا قتل کا مقدمہ ملتا ہے۔ جس میں ایک نوجوان نے ایک نوجوان کا قتل اس لیے کر دیا تھا کہ اس نے اس کی بہن کی آبروریزی کی تھی جس کی تاب نہ لاکر اس کی بہن نے خودکشی کر لی تھی۔ پارس اس مقدمہ میں بھی سرکاری وکیل گاگر کو شکست دیتا ہے۔ ملزم باللو باعزت بری کر دیا جاتا ہے۔ تیسرا قتل ایک عورت اپنے عاشق کا کرتی ہے جو شادی سے انکار کر دیتا ہے اور عورت پر بدچلنی کا الزام لگاتا ہے۔ غیرت مند خاتون اس ہتک کو برداشت نہیں کرتی اور اپنے ہاتھوں اپنے عاشق کو قتل کر دیتی ہے اس مقدمہ میں بھی پارس وکیل کی حیثیت سے گاگر پر فتح حاصل کرتا ہے۔

اس تین اہم مقدمات میں پارس کی ذہانت اور قابلیت کو مصنف نے اس ڈرامائی انداز سے بیان کیا ہے کہ قاری کا تجسس بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اب کہانی ایک نیا موڑ لیتی ہے۔ مسز ڈونا سانگی اپنے کزن پالک سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ پالک کسی دوسری لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ڈونا کی دولت اور جائداد پر قبضہ کر لے۔ اس کے لیے وہ پارس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایسا پلان بنائے جس سے اس کو ڈونا سانگی سے نجات بھی مل جائے اور کروڑوں کی دولت بھی حاصل ہو جائے۔ پارس اس کے لیے راضی نہیں ہوتا اور ڈونا کو اس کی طرف سے شک و شبہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بہر حال پالک کی موت تیزاب پینے کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ شراب کی جگہ بوتل میں تیزاب کس نے رکھا تھا۔ مافیا گروپ کا ایک بڑا مجرم داتار ایک پرائیویٹ جاسوس کو شراب پلا کر جوئے میں اس طرح پھنساتا ہے کہ وہ مسلسل ہارتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ تین لاکھ روپے سے زیادہ اس کا مقروض ہو جاتا ہے۔ داتار اسے مجبور کرتا

ہے کہ وہ کسی طرح اس کے بڑے بھائی آسکر کو قتل کر دے تاکہ وہ اس گینگ کا سردار اور اس کی دولت کا تنہا مالک ہو جائے آسکر کی بیوی داتار سے ملی ہوئی ہے اور وہ اپنے شوہر کے خلاف داتار کی سازش میں شریک ہے۔ پرائیویٹ جاسوس جسے مسز ڈونا سانگی کیس کے سلسلہ میں حقائق معلوم ہیں۔ پارس کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے اور اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک ایسا پلان بنا کر دے جس سے آسکر کا قتل بھی ہو جائے اور معاملہ قتل کا نہیں بلکہ فطری موت کا سمجھ میں آئے۔ پارس پرائیویٹ جاسوس کی ساری باتیں ٹیپ کر کے آسکر کو بھجوا دیتا ہے۔ آسکر بالترتیب پہلے پرائیویٹ جاسوس کو پھر اپنے بھائی داتار کو آخر میں اپنی بے وفا بیوی کو قتل کرتا ہے۔ تینوں قتل میں جس درندگی، ذہانت اور مجرمانہ منصوبہ سازی کو بیان کیا گیا ہے۔ جرائم کی دنیا میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ آسکر تینوں کے قتل سے فارغ ہو کر پارس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پارس پہلے ہی سے اس خطرے کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہے۔ وہ کچھ ایسا منصوبہ بناتا ہے کہ کترینا گھاٹ کے پاس گھاگھرا ندی کے کنارے بیٹھ جاتا ہے۔ آسکر تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچتا ہے۔ تیراکی آسکر کی کمزوری ہے۔ گھاگھرا ندی کے تیز دھار کو دیکھ کر بے ساختہ وہ ندی میں کود پڑتا ہے۔ تیرتا ہوا دور جا نکلتا ہے۔ گھاگھرا ندی میں اس خاص جگہ پر گھڑیال کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آسکر گھڑیال کا شکار بن جاتا ہے۔ پارس نے اس مقام کا انتخاب آسکر کی نفسیات اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی کیا تھا۔ جو کچھ ہوتا ہے اس کی توقع کے عین مطابق ہوتا ہے۔ کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اس المیہ کا خاتمہ طربیہ پر کرنا ضروری تھا اس لیے مصنف آخری باب سے پہلے کہانی کو ڈرامائی بنانے کے لیے ایک نیا موڑ دیتے ہیں۔ سرکاری وکیل گاگر ڈونا سانگی کے سامنے شادی کرنے کا پروپوزل رکھتا ہے۔ لیکن پارس کے بروقت انتباہ سے وہ گاگر کے جال میں پھنسنے سے بچ جاتی ہے اور بالآخر پارس سے شادی کر لیتی ہے۔

ناول میں ابتدا سے لے کر انتہا تک تجسس برقرار رہتا ہے۔ واقعات اور حالات تیز رفتاری سے بدلتے ہیں۔ کہانی مرکزی کردار کے گرد ہی نہیں گھومتی بلکہ چھوٹے چھوٹے معمولی کردار بھی یکے بادیگرے رونما ہوتے ہیں۔ اس کہانی میں مصنف نے قتل اور مجرمانہ نفسیات کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ناول کے ہیرو کی ذہانت اور ذکاوت کو بھرپور طور پر ابھارا ہے۔

قاتل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو مجرمانہ ذہنیت کے ساتھ ناحق قتل کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو کسی رد عمل یا مجبوری کے تحت اس جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں یا پھر حالات کی مجبوری اور اپنے دفاع میں اقدام کرتے ہیں۔ ناول کا ہیرو، اس کی ہیروئن اور دو چھوٹے کردار قتل کرتے ہیں لیکن کسی رد عمل کے نتیجہ میں یا خود اپنا دفاع کرنے کے لیے ایسا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں جو قتل ہوتے ہوئے بھی قتل کے زمرے میں نہیں آتا۔ مصنف نے اپنی ذہانت سے انتقامی کارروائی کرنے والوں اور اپنا دفاع کرنے والوں کے لیے ایک نئی راہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قتل کو فطری موت بنانے کا طریقہ۔ ایسے حالات پیدا کرنا جس میں صیاد خود اپنے دام میں پھنس جائے۔

ناحق قتل ایک ایسا بھیانک جرم ہے جس کی سزا قاتل کو بہر حال مل کر رہتی ہے۔ خواہ قانون کے ذریعہ خواہ قدرت کے بنائے ہوئے قانون کے ذریعہ ـــــ قاتل اگر ملکی قانون کی گرفت سے بچ بھی جائے تو قدرت اس سے انتقام لیے بغیر نہیں رہتی ـــــ پیشہ ور قاتل عموماً کسی نہ کسی کے ہاتھوں قتل ہی ہوتے ہیں ورنہ پھر پاگل ہو جاتے ہیں اور اپنا ذہنی توازن کھو دیتے ہیں ـــــ اس نفسیاتی کیفیت کو بہت سے ادیبوں نے بیان کیا ہے۔ کرشن چندر کا ناول "زر گاؤں کی رانی" اس موضوع پر ایک خوبصورت ناول ہے۔ اقبال انصاری نے ایک وکیل کی ذکاوت اور ذہانت کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس ناول میں جو لوگ قتل کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب مجرم ہیں۔ سوائے ایک سپیرے کے جس کا قتل ناحق ہوتا ہے۔

ناول نہایت دلچسپ اور فنی اعتبار سے نہایت عمدہ ہے پھر بھی ہم اسے اردو کے عظیم ناولوں کی صف میں نہیں رکھ سکتے۔ مصنف یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ جرم کرنے سے قبل بچاؤ کی صورت کر لینی ضروری ہے۔ اور بچاؤ کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ جرم کیا ہی نہ جائے ـــــ لیکن وہ اس پیغام رسانی میں کامیاب نہیں ہیں۔ اس ناول کے مطالعے سے ادبی مسرت تو ملتی ہے لیکن بصیرت نہیں ملتی ـــــ اگر کوئی وکیل قاتل کو سزا دلوانے میں سکون محسوس کرتا ہے تو اسے غیر فطری نہیں کہا جاسکتا۔ کہانی اور آگے بڑھ سکتی تھی لیکن مصنف نے طوالت کے خوف سے روایتی انداز میں ہیرو اور ہیرون کی شادی اور ملاقات پر ختم کر دیا ہے۔

پارس ایک عظیم ناول نہ سہی دلچسپ ناول ضرور ہے اور جرائم اور مجرمانہ واقعات اور نفسیات کی پیش کش کے اعتبار سے یہ ایک اچھوتی کہانی ہے۔□□

بہار میں اردو ڈراما ـــــ آزادی کے بعد

تبصرہ: ڈاکٹر سید شاہد اقبال

نام کتاب: بہار میں اردو ڈراما ـــــ آزادی کے بعد مصنف: محمد منصور انصاری
سال اشاعت: ۲۰۰۰ء صفحات: ۱۷۶ قیمت: ـ/۶۰ روپے (عام اڈیشن) ۱۰۰ روپے (لائبریری ایڈیشن)
ناشر: سلسلہ، خانقاہ منعمیہ قمریہ، مِتن گھاٹ، پٹنہ 800008

بہار میں اردو ڈراما، آزادی کے بعد ـــــ محمد منصور انصاری کا تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر پٹنہ یونیورسٹی نے انہیں ۱۹۹۲ء میں پی ایچ۔ ڈی کی سند عطا کی ہے۔

بہار میں بہت کم تحقیقی مقالے ایسے ہیں جو زیور طبع سے آراستہ ہوئے ہیں۔ اب تک بہار کی دانش گاہوں میں تین سو سے زائد تحقیقی مقالات پیش کئے جاچکے ہیں اور ان پر مقالہ نگار کو پی ایچ۔ ڈی کی سند دی جاچکی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایسے مقالات جو زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں ان کی تعداد صرف ۶۵ ہے۔

چونکہ محمد منصور انصاری کا موضوع "بہار میں اردو ڈراما، آزادی کے بعد" ہے، اس لیے اس کی غرض و غایت محدود ہے ـــــ لیکن اس کے باوجود انہوں نے فن ڈراما کی تعریف و ماہیت، اس کی تاریخ و تنقید پر بڑی محنت صرف کی ہے ـــــ تاکہ قارئین کو "اردو ڈراما کے منظر رپس منظر سے بھی واقفیت حاصل ہو جائے۔

"بہار میں اردو ڈراما ـــــ آزادی کے بعد" کا جائزہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے اردو ڈراما ـــــ احوال کے ساتھ اس کے اغراض و مقاصد کا ذکر کیا ہے، یہ ایک اہم باب ہے۔ منصور انصاری نے اس پر کافی محنت صرف کی ہے۔ بقول مقالہ نگار "اس کام کے سلسلے میں پروفیسر سید حسن (م، ۱۸ر نومبر ۱۹۸۸ء) کی تصنیف "بہار کا اردو ڈراما اور اسٹیج (مطبوعہ: ۱۹۷۸ء) ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔"

مقالہ نگار نے اپنے موضوع سے انصاف کیا ہے۔ تیس سے زائد صفحات پر مشتمل یہ باب تحقیقی مقالے کی روح ہے ـــــ اور اس میں اردو ڈراما سے متعلق سبھی مطبوعہ ذرائع سے استفادہ کیا گیا ہے ـــــ!

پنڈت کیشو رام بھٹ (م: ۱۹۰۷ء) اور منظور نظر حشری (م: ۸ر اگست ۱۹۵۴ء) کا نام پہلی بار کسی تصنیف میں تفصیل سے آیا ہے۔ اس سے نہ صرف بہار میں اردو ڈرامانگاری کے ابتدائی نقوش کا علم ہوتا ہے بلکہ ان شخصیات کی گراں

مایہ خدمات منظر عام پر آئی ہیں۔ یقیناً اس سے آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کو نئی روشنی ملے گی ـــــ!

آخری باب میں بہار کے ۲۷ ممتاز ڈرامانگار کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں آٹھ مرحومین ہیں، دیگر بقید حیات ہیں ـــــ یہ ضرور ہے کہ اس فہرست میں ایسے ڈرامانگار بھی شامل ہو گئے ہیں، جو بنیادی طور پر ڈرامانگار نہیں ہیں۔ اس کے برعکس بہار کے ممتاز ڈرامانگاروں کے تذکرے میں مندرجہ ذیل نام شامل نہیں ہیں ـــــ

(الف) ابو یوسف (اسلحہ اور انسان، ۱۹۸۰ء) (ب) سمیع الحق (خسرو و شریں ۱۹۷۵ء)

(ج) سید ظہیر الحسن (ساگر اور لہریں، ۱۹۷۹ء) اور (د) مشتاق احمد (نوابی دربار، ۱۹۷۴ء) وغیرہ۔

امید ہے اشاعت ثانی میں اس کمی کو دور کر لیا جائے گا۔

فی زمانہ ریڈیو اور ٹی وی کے عام ہو جانے سے ریڈیائی ڈراموں کا چلن بڑھ گیا ہے ـــــ اس لیے اردو ڈراما کی مقبولیت کے امکانات زیادہ روشن اور تابناک ہیں۔

مذکورہ کتاب کی کمپوزنگ اور طباعت عمدہ ہے، نیز اس کی پروف ریڈنگ بھی اچھی طرح کی گئی ہے اور قیمت بھی مناسب ہے۔□□

پتہ : آستانہ حق، روڈ نمبر 10 ویسٹ بلاک، نیو کریم گنج، گیا (بہار) 823001

آخری گھڑے کا پانی

تبصرہ: ساحل احمد

نام کتاب: آخری گھڑے کا پانی مصنف: خلیق الزماں نصرت
اشاعت: جنوری ۲۰۰۰ء صفحات: ۱۴۴ قیمت: ـ/۱۰۰ روپے
ناشر: ادارہ آوازِ نو، لوام، دربھنگہ (بہار)

خلیق الزماں نصرت کا مضامین پر مشتمل ایک مجموعہ "شعوری رجحانات" شائع ہو چکا ہے۔ اب ان کا یہ دوسرا نثری مجموعہ "آخری گھڑے کا پانی" شائع ہوا ہے لیکن ان دونوں میں معنویت کا جو ظاہری فرق ہے وہ نثر نگار کے مزاج مطرفہ کا غماز ہے۔ پھر بھی کتاب کا نام دینے میں وضوحی عمل ضروری ہے تاکہ پیچیدگی فکر کا اظہار بیانیہ راستے کو مسدود نہ کر سکے۔ عنوان یا نام ایسا ہو کہ نفس موضوع نہ صرف ظاہری طور پر بلکہ داخلی طور پر بھی بہت صاف اور واضح ہو۔ نام رکھنے، لینے یا دینے میں مصنف کے عمل طریق کا حصہ شامل ہے۔ بہر حال یہ ان کا طریقۂ تنقید یا وضوحی عمل ہے۔ ان کے مضامین سے ان کی فکریاتی روش اور نقد بیانی کی نوشتہ گری ظاہر ہوتی ہے۔ اس کتاب میں گیارہ مضامین شامل ہیں۔ کتاب کی اسمیہ صفت کی طرح اس میں محاورہ موجود ہے۔ ان کا نقطہ نظر صبح آگہی کی طرح نکھرا ہوا سا ہے۔ اور بیانیہ روش میں بھی ان کا انتقادی ذہن جابہ جا چمکیلی کیفیات کو اجاگر کر دیتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں، ان کے مشاہدات اور مطالعات کا مظہر ہیں اور وہ جو بھی لکھنا یا کہنا چاہتے ہیں ان میں ان کے منطقی دلائل شامل ہیں۔ اسی لیے جابہ جا توضیحی دلائل کی چونکا دینے والی کیفیات رہ رہ کر کوندنے لگ جاتی ہیں۔ جس طرح انہوں نے کہا کہ "بیاض فطرت" حال دل سے زیادہ روداد جہاں کی آئینہ دار ہے۔ اسی طرح ان کی یہ منضبط تحریریں احساس فکریہ کی یادگار ہیں۔"□□

پتہ: سعدیہ آرٹ اینڈ کلچر LIG-10 نیم سرائے، ADA کالونی، منڈیرا چک، الہ آباد (یوپی) 211011

ہندو مندر اور اورنگ زیب کے فرامین

تبصرہ: سالک دھامپوری

نام کتاب: ہندو مندر اور اورنگ زیبؒ کے فرامین — مرتب: بی۔این پانڈے، عطاء الرحمٰن قاسمی
صفحات: ۳۲ — قیمت: ۔/۲۰ روپے
ناشر: مولانا آزاد اکیڈمی، ڈی ۴؍ ۱۳، ابو الفضل انکلیو اوکھلا، نئی دہلی 110025

زیر نظر کتابچہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ یہ تحقیقی کتابچہ اصل میں آنجہانی بشمبر ناتھ پانڈے نے مرتب کیا تھا۔ اس کتابچہ میں تاریخی فرامین جو کہ مغل بادشاہ اورنگ زیب نے مختلف مندروں کو لکھے تھے تفصیل سے درج ہیں۔ اس کتابچہ کو مولانا آزاد اکیڈمی نے شائع کیا لیکن یہ بات سمجھ میں نہ آسکی کہ اس کتابچہ کا مقدمہ حرف چند کے نام سے لکھنے والے جناب عطاء الرحمٰن قاسمی صاحب اس کتاب کے مرتب کس طرح ہو گئے۔ اور انہوں نے کس طرح کتاب کے سر ورق پر مرتب میں بی این پانڈے کے نام کے ساتھ اپنا نام بھی لکھ دیا۔

جہاں تک ڈاکٹر بشمبر ناتھ پانڈے کی شخصیت کا سوال ہے تو ان کی شخصیت علمی و سیاسی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ ایک انصاف پسند اور ایماندار مورخ کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اب تک ان کی ۲۵ سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ کے موضوع پر اس کتابچہ کے علاوہ مشہور کتاب "دی اسپرٹ آف انڈیا" ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ وہ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۲ء تک راجیہ سبھا کے نامزد ممبر رہے۔ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۳ء تک منتخب ممبر اور ۱۹۸۸ء میں دوبارہ صدر جمہوریہ ہند نے ۶ سال کے لیے راجیہ سبھا کا ممبر نامزد کیا اور ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۸ء تک اڑیسہ کے گورنر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

یہ حقیقت ہے کہ متعصب مورخوں نے مغل بادشاہ عالمگیر اورنگ زیبؒ کی ذات کو نہایت داغدار بنانے کی کوشش کی ہے۔ آپ پر مندروں کو توڑنے، ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کے بے بنیاد الزامات لگائے جبکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بشمبر ناتھ پانڈے کی اس تحقیقی کتاب سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس اورنگ زیب پر مندروں کو توڑنے کے الزامات لگائے جاتے ہیں وہی اورنگ زیب مندروں کا محافظ تھا اس نے نہ جانے کتنے مندروں کو جاگیریں عطا کیں اور ان کے لیے فرامین لکھے۔

اس کتابچہ میں آخری صفحات پر ان فرامین کی تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں جنہیں اورنگ زیب نے جاری کیے تھے۔ اس کے مطالعہ سے امید ہے کہ متعصب ذہن کشادہ ہوں گے اور بہت سی غلط فہمیاں دور ہوں گی۔

مولانا آزاد اکیڈمی اور اس کے جنرل سکریٹری جناب عطاء الرحمٰن قاسمی صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتابچہ کو شائع کر کے تنگ نظری و تعصب کے ماحول کو ختم کرنے کی سمت پہل کی۔

یہ کتابچہ صرف ۳۲ صفحات کا ہے لیکن اس کی قیمت ۲۰ روپیہ ہے ناشر نے نہ جانے کسی مقصد سے اتنے مختصر سے کتابچہ کی اتنی زیادہ قیمت رکھی ہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ □□

پتہ: ای 35- بی، ابو الفضل انکلیو او کھلا، نئی دھلی. 110025

سخن ہائے گفتنی

تبصرہ: سید معصوم رضا

نام کتاب: سخن ہائے گفتنی — مصنف: پروفیسر اکبر رحمانی
صفحات: ۱۲۰ — قیمت: ۔/۴۰ روپے — اشاعت: ۱۹۹۹ء
ناشر: ایجوکیشنل اکادمی، اسلام پورہ، جلگاؤں ۴۲۵۰۰۱ (مہاراشٹر)

ہندوستان میں شاید درس و تدریس کے تعلق سے جتنی تحریری کوشش اردو زبان میں کی جاتی ہے اتنی کسی دوسری زبان میں نہیں۔ اردو زبان کی درس و تدریس پر پورے ملک کے اخبار و رسائل میں اظہار خیال کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن ایک بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ اردو زبان کی تدریس کے عملی اور تحریری پہلو میں کوئی تال میل نہیں ہے۔ پھر بھی چند کوششیں ایسی ہیں جو تعلیمی اعتبار سے مثبت ہیں۔ پروفیسر اکبر رحمانی کی تمام ادبی کوششیں تعلیم و تدریس کے حوالے سے ہوتی ہیں۔ ماہنامہ "آموزگار" میں ان کا لکھا گیا اداریہ ہمیشہ دعوت فکر و عمل دیتا ہے اور ہمیں کسی اہم نکتہ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب "سخنہائے گفتنی" (جلد اول) موصوف کے انہی اداریوں کا مجموعہ ہے جس میں انہوں نے تقریباً دس سال کے اداریوں میں ۴۲ اداریوں کا اخذ و انتخاب کیا اور اسے کتابی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو تعلیم و تدریس کے تعلق سے کافی اہم ہے کیوں کہ اس میں اقلیتوں اور اردو کے تعلق سے سرکار کے ذریعے کی جانے والی کوششوں، زیادتیوں، ناانصافیوں اور حق تلفیوں کو بڑے بیباکانہ انداز میں قلم بند کیا ہے۔ پروفیسر اکبر رحمانی تعلیم و تربیت اور اردو زبان کی تدریس میں خصوصاً مہاراشٹر کے تعلق سے اقلیتوں کے لسانی مسائل و دیگر مشکلات پر سرکاری سکیموں اور فیصلوں سے باخبر رہتے ہیں اور سرکاری فیصلے کی خوبیوں اور خامیوں پر بروقت تبصرہ کر کے اس سے عوام کو روشناس کراتے ہیں۔ ان کی اسی مستحسن کوشش کا مجموعہ ہر ماہ "آموزگار" کی شکل میں منظر عام پر آتا رہتا ہے۔ "سخن ہائے گفتنی" (جلد اول) میں بالخصوص نئی تعلیمی پالیسی، امتحانات میں نقل نویسی، سپریم کورٹ کے اہم فیصلے، درسی کتاب میں فرقہ پرست نظمیں، تاریخ میں تبدیلی اور دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت وغیرہ کافی اہم ہیں جس میں مختلف نکتوں پر ایسی تفصیلی بحث ہے جسے دستاویزی حیثیت حاصل ہے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو درپیش تعلیمی مسائل اور ان کے حل کی طرف رہنمائی بھی کی گئی ہے۔ پروفیسر اکبر رحمانی ہمیشہ اردو تعلیم و تدریس کے سچے ہمدرد کے طور پر اردو اور اقلیتوں کا علم بلند کرتے رہے ہیں۔ اس لیے قوم و ملت کے مسائل سے زیادہ خود موصوف کی پریشانیوں اور دشواریوں میں ہر پل اضافہ ہوتا رہے گا کیوں کہ یہ کٹھن ڈگر ہے اور اس کٹھن ڈگر پر چلنے والوں سے قوم و ملت کا ہر فرد ناآشنا ہے۔ بہر حال پروفیسر اکبر رحمانی کے عزم اور ہمت کی داد دینی ہی ہوگی کہ وہ پورے ملک کی تعلیمی پالیسیوں پر نظر رکھتے ہیں اور اقلیتوں کی حمایت میں سرگرم رہتے ہیں۔ ان کی تحریری کوششیں یقیناً علمی و ادبی حلقوں میں قابل ستائش ہیں۔ کتاب کے اندرون صفحات میں خالی جگہوں کا مناسب استعمال ہے۔ کتاب کی تیاری میں سنجیدگی کا احساس ہوتا ہے اور گٹ اپ کے اعتبار سے بھی اس کتاب میں اردو زبان جیسی سادگی ہے۔ □□

پتہ: M-442/A، سیکٹر 23، راج نگر، غازی آباد 201002

گلبرگہ میں "اردو بک ریویو" حاصل کرنے کا پتہ:
JANAB WAHAB ANDLEEB
11-KHB Colony, Behind District Court, GULBARGA-585102

ساوتری گوسوامی کے افسانے

تبصرہ: ڈاکٹر فیروز دہلوی

نام کتاب: ساوتری گوسوامی کے افسانے   مصنفہ: ساوتری گوسوامی
صفحات: ۔/۱۶۰ روپے   قیمت: ۲۰۸
ناشر: انشا پبلی کیشنز، B-25 زکریا اسٹریٹ، کلکتہ 700073

زیر تبصرہ کتاب ساوتری گوسوامی کے ۱۴ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ ابتدائی صفحات میں معروف ادیب اور ماہنامہ انشاء کے مدیر ف۔ س۔ اعجاز نے کتاب کا پیش لفظ تحریر کیا ہے۔ ساوتری گوسوامی کی عیسیٰ نفس کہانیاں کے عنوان سے وہ لکھتے ہیں:

"محترمہ ساوتری گوسوامی نے ۶۵ سال کی عمر میں کہانیاں لکھنا شروع کیں اور کس طرح محنت اور مصمم ارادے سے انہوں نے تحریر پر عبور پالیا۔ تاخیر سے لکھنے کے سبب مصنفہ کی توجہ افسانے کی تکنیک سے زیادہ زندگی کی تکنیک پر مرکوز ہو گئی ہے ان کے افسانے زندگی کی تشریح معلوم ہوتے ہیں جن میں سچے طور پر محبت، اپنائیت خدمت خلق کے جذبات کے علاوہ نیکی اور گناہ کے محرکات بالکل واضح ہیں ___ ساوتری کے یہاں اخذ و قبول (Adoption) کا جذبہ حیرت انگیز طور پر انسان نواز، وسیع اور طاقتور ہے۔ جو ان کی تقریباً ہر کہانی سے ظاہر ہے۔ ان کے والد ایک عیسائی راہب تھے۔ عفو و درگزر یقیناً ان کا شعار تھا اور مخلوق کو محبت کی نصیحت اور سبھوں کے ساتھ اپنائیت اور بہتری کے سلوک کا پیغام ان کے دینی فرائض میں شامل تھا۔"

ساوتری گوسوامی نے عرض مصنف کے تحت اپنے بارے میں یہ معلومات فراہم کرتی ہیں۔ "میرے والد عیسائی پادری تھے اور والدہ ٹیچر اور سوشل ورکر، وہ دونوں اصلاً گجرانوالہ کے خالص سکھوں سے تھے بعد میں عیسائی ہو گئے۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے والدین کو پڑھتے اور لکھتے ہی پایا۔ ان کو دیکھ کر مجھے بھی لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ میں ابھی گیارہ برس کی بھی نہ تھی کہ اچانک میری والدہ چل بسیں۔ ان کو اپنے بچوں کے مستقبل کی بے حد فکر تھی۔ بستر مرگ پر ہدایت دی کہ میری بچیوں کو لکھنو کے مشہور امریکن انگلش میڈیم اسکول کے ہوسٹل میں بھیج دیا جائے اردو زبان سے مجھے شروع ہی لگاؤ تھا۔ لال باغ اسکول میں منشی جی (ماتھر صاحب) کی زیر نگرانی یہ شوق روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ ہندوستان کا بٹوارہ کیا ہوا ہماری مقدس زمین دوزخ بن گئی۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ میں نے سڑکوں پر قتل عام ہوتے دیکھا۔ اور بوڑھوں کو مرتے دیکھا، چاروں طرف سے درد بھری چیخیں سنائی دیتیں جو میرے دل کے کونے کونے میں سما گئیں۔ اتنا دکھ اتنا ظلم، اتنی بے بسی، خدا کی مخلوق کی یہ حالت زار دیکھ میں نے نرسنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میری زندگی کی راہیں بدل گئیں۔ تیرہ سال دل و جان سے مریضوں اور غریبوں کی خدمت کرنے سے دل کو تسلی ہوئی اور راحت نصیب ہوئی... میری شادی ڈاکٹر آنند لال گوسوامی سے ہوئی جو انڈین ریلوے میں ڈائرکٹر جنرل ہیلتھ کے عہدے سے کئی سال قبل ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اس زمانے میں ایک بنگالی ہندو برہمن کی شادی ایک عیسائی پادری کی بیٹی کے ساتھ ہونا عام بات نہیں تھی۔ خدا نے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ پھر ان کی پرورش میں مصروف ہو گئی۔ زندگی کی جدوجہد میں قلم نہ جانے کہاں کھو گیا۔ بس وقت ملتا اس میں کتابیں پڑھتی۔ لکھنے کی تشنگی بڑھتی جا رہی تھی۔ جیسے ہی ڈاکٹر گوسوامی کا تبادلہ، گورکھپور ہوا، میں نے قلم اٹھایا... میں اردو ڈرامے لکھتی اور وہ گورکھپور ریڈیو اسٹیشن سے ریلے (Relay) ہوتے۔ ڈاکٹر

صاحب ریٹائر ہو کر کلکتہ آ گئے۔ میرا اپنا یہاں کوئی بھی نہ تھا۔ تنہائی سے گھبرا کر ۶۹ برس کی عمر میں پھر سے قلم سنبھالا۔ یہاں اردو کی دنیا میں میری کسی سے واقفیت نہیں تھی۔ ماہنامہ انشا سے ف۔ س۔ اعجاز کا پتہ حاصل ہوا۔ میرا پہلا افسانہ "طوفان کی بلندیوں میں" ان کو پسند آیا اور انشا میں چھاپ کر میری حوصلہ افزائی کی۔ پھر کچھ اور کہانیاں بھی شائع ہوئیں۔ اعجاز صاحب کی پر خلوص توجہ اور رہنمائی کے بغیر افسانہ نگار کے طور پر میری پہچان ممکن ہی نہ تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ کتاب ان کی ہی مہربانیوں کا کرشمہ ہے۔"

یہ تھی روداد ساوتری گوسوامی کے افسانہ نگار بننے کی ___ ساوتری صاحبہ نے افسانہ لکھنے کے لیے اس عمر میں قلم اٹھایا جب بیشتر لوگ لکھنا ترک کر دیتے ہیں۔ ان کی کہانیاں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مذہبی خاتون ہیں ایسی مذہب پرست جو دوسرے مذاہب اور انسانیت کا احترام کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک انسانیت نام ہے اعلیٰ وارفع اقدار کا پابند ہونا اور خیر کو دور تک پھیلانا۔ بدی کے خلاف پوری قوت سے آواز بلند کرنا۔ تبصرہ نگار چاہتا تھا کہ یہاں ان کے افسانوں کے چند اقتباسات شائع کئے جائے مگر تبصرہ طویل ہو جائے گا۔ یہ کہانیاں تکنیک کے اعتبار سے سیدھی سادی اور عام فہم زبان میں لکھی گئی ہیں مگر اس سادگی میں بھی پرکاری ہے جو چاہتی ہے کہ ایک بار ضرور اس طرف بھی دیکھا جائے۔ اردو افسانوی ادب کا مطالعہ کرنے والے باذوق قارئین کو یہ کہانیاں ضرور پسند آئیں گی۔ یہ کہانیاں اس لیے بھی پڑھنے کے لائق ہیں کہ یہ ایک عمر رسیدہ خاتون کے ذاتی مشاہدے، تجربات اور احساسات پر مبنی ہیں۔ لیکن عمر کی اس منزل پر ان کا قلم بوڑھا نہیں ہوا۔

ساوتری گوسوامی اب کلکتہ سے آسٹریلیا منتقل ہو چکی ہیں۔ خدا کرے وہ آسٹریلیا میں اردو کی نئی دنیا بسائیں۔ کتاب میں آسٹریلیا کا پتہ درج ہے۔ کہانیاں پڑھیے اور اپنے تاثرات واحساسات سے مصنفہ کو آگاہ کیجئے تاکہ مصنفہ اردو دنیا سے دور رہ کر بھی اردو کی خدمت کر سکیں۔!! □□

پتہ: 4191، شاہ تارہ اسٹریٹ، اجمیری گیٹ، دھلی 110006

مضامین نو

تبصرہ: عارف اقبال

نام کتاب: مضامین نو   مصنفہ: نرگس سلطانہ
صفحات: ۱۴۴   قیمت: ۔/۱۰۰   باہتمام: تخلیق کار پبلشرز، للتاپارک لکشمی نگر، دہلی۔۹۱
ملنے کا پتہ: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، 9 گولہ مارکیٹ، دریاگنج، نئی دہلی 110002

محترمہ نرگس سلطانہ کا تعلق پرانی دہلی سے ہے اور یہیں کے ماحول میں ان کی فکری و علمی تربیت ہوئی ہے۔ تاریخ میں ایم۔ اے کرنے کے بعد ان کے ادبی و علمی ذوق میں جو نکھار پیدا ہوا ہے اس میں ماہنامہ "آجکل" اردو کے رفقاء و بزرگوں کا بڑا دخل رہا ہے۔ وہ ایک ایسے سماج میں پلی بڑھی ہیں جس میں علمی و ادبی ذوق کا اب فقدان ہی نہیں بلکہ یہاں کے لوگوں میں (بالخصوص مردوں میں) بنیادی تعلیم کی بھی بڑی کمی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس ماحول میں ایک تعلیم یافتہ خاتون کا مستقل رہنا کس درجہ دشوار ہوگا، اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ تاہم وہ اس ماحول سے بددل نہیں ہوئیں بلکہ ان کے اندر ماحول کو بدلنے اور اسے تعمیری رخ دینے کا عزم پایا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب "مضامین نو" محترمہ نرگس سلطانہ کے متنوع مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنفہ کی نظر سماج کے چھوٹے بڑے تمام مسائل پر ہے۔ ان مسائل میں زبان و ادب، تعلیم گاہوں، صحافت، میڈیا، خواتین و بچے، سماجی و مذہبی رسوم، سیر و تفریح اور تحریک آزادی سبھی کچھ شامل ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۴ مضامین، دو تراجم (ڈرامہ اور کہانی)، ایک کتاب کا تعارف اور ایک فیچر پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا مضمون "اردو زبان کا مستقبل اور ذمہ داریاں" نہایت فکر انگیز ہے۔ اس میں اردو زبان کی بدحالی اور اس کے بتدریج انحطاط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ذیل میں بطور مثال بہشتی زیور، تبلیغی نصاب اور جماعت اسلامی کے اردو لٹریچر کو ہندی میں منتقل ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ (ص:۱۰) ہمارے خیال میں اردو کی بدحالی اور انحطاط کے ذیل میں اس طرح کی مثال مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ کیوں کہ مذکورہ کتابوں یا لٹریچر کے ہندی ترجمے کا محرک وہ نہیں جیسا کہ مضمون سے تاثر ملتا ہے بلکہ ہمارا احساس ہے کہ ان کتابوں کے ہندی ترجمے کا مقصد "دعوتی" رہا ہے۔ کیوں کہ ان کتابوں کے ترجمے ہندوستان کی دیگر معروف زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں۔ اسی طرح خواتین کے سلسلے میں موصوفہ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے قابل قدر ہیں لیکن مضمون میں کچھ تضاد محسوس ہوتا ہے (ص:۲۱)۔ "بدلتی قدریں: مشترکہ خاندان اور گھریلو زندگی" کے تحت گرچہ مشترکہ خاندان کے تاریخی پس منظر پر معلومات دی گئی ہیں لیکن مضمون کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نظر آتا ہے کہ مشترکہ خاندان بہتر ہے یا نقصاندہ۔ بعض مثالیں مغربی تہذیب کے حوالے سے بھی دی گئی ہیں۔ کاش اگر اس مضمون میں "اسلام کے خاندانی نظام" کی روشنی میں بحث کی جاتی تو ممکن ہے کہ مضمون میں مزید نکھار پیدا ہو جاتا اور صحیح نتائج اخذ کرنے میں مدد ملتی۔

مجموعی طور پر مضامین نو کا یہ مجموعہ اپنے تنوع کے لحاظ سے عمدہ ہے۔ موصوفہ نے سماج کے ہر طبقے پر اچھی معلومات جمع کر دی ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ بعض مضامین پر "صحافیانہ رنگ" زیادہ غالب ہے۔ موصوفہ کے اندر تخلیقی و تنقیدی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے تاہم اگر وہ کسی خاص موضوع پر کام کرنے کی کوشش کریں تو ان کی صلاحیت میں نہ صرف اضافہ ہوگا بلکہ وہ علم و ادب کے میدان میں نمایاں کام انجام دے سکیں گی۔

توقع ہے کہ مضامین نو کے اس مجموعہ کی بھرپور پذیرائی کی جائے گی۔ کاغذ و طباعت عمدہ ہے۔□□

آسماں اے آسماں

تبصرہ: ڈاکٹر عبدالمغنی

نام کتاب: آسماں اے آسماں (شعری مجموعہ) شاعر: خلیل الرحمٰن اعظمی
صفحات: ۲۴۴ (مجلد) قیمت: -/۱۵۰ روپے (۵ امریکی ڈالر)
ملنے کا پتہ: اعظمی میموریل سوسائٹی، اردو باغ، سر سید نگر، علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱

جناب خلیل الرحمٰن اعظمی ایک بہت اچھے ناقد تھے۔ ان کی تنقیدوں میں اعتدال و توازن تھا۔ اس کے علاوہ انہیں شاعری سے بھی شغف تھا۔ چنانچہ ان کے ادبی ذوق و شعور کے قدر شناسوں کی کمی نہیں۔ ان کے ذہن و مزاج میں انسانیت کا درد بھی تھا، ظرف بھی۔ وہ اپنے ماحول سے مطمئن نہیں تھے اور اس میں بہتری چاہتے تھے۔ وہ پہلے "ترقی پسندی" سے وابستہ ہوئے اور سماجی انصاف کے طلب گار رہے۔ اس کے بعد ان کا میلان جدیدیت کی طرف شاید انفرادی

آزادی کی تلاش میں ہوا۔ اپنے آخری ایام میں انہوں نے مذہب کی طرف بھی رخ کیا۔ ہر حال میں ایک اداسی اور بے قراری ان کی طبیعت میں عام طور پر محسوس کی گئی۔

زیر نظر کتاب، جس کے عنوان سے ایک فریاد کا مفہوم واضح ہوتا ہے، جناب خلیل الرحمٰن اعظمی مرحوم کی نظموں اور غزلوں کے حسب ذیل تین مجموعوں کا انتخاب ہے۔

کاغذی پیرہن

نیا عہد نامہ

زندگی اے زندگی

انتخاب معروف شاعر، جناب شہریار نے کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں محترمہ راشدہ خلیل نے ترتیب و اشاعت کے متعلق "بعض وضاحتیں" کی ہیں۔

راقم السطور کا خیال ہے کہ غزلیں شاعر کے فن کی اصلیت کو زیادہ نمایاں کرتی ہیں۔ نمونے کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

زہر پی کر بھی یہاں کس کو ملی غم سے نجات
ختم ہوتا ہے کہیں سلسلۂ رقص حیات
(کاغذی پیرہن)

ہر خار و خس سے وضع نبھاتے رہے ہیں ہم
یوں زندگی کی آگ جلاتے رہے ہیں ہم
(نیا عہد نامہ)

خود اپنا عکس ہوں کہ کسی کی صدا ہوں میں
یوں شہر تا بہ شہر جو بکھرا ہوا ہوں میں
(زندگی اے زندگی)

آخری مجموعے کی ایک دوسری غزل کا یہ مطلع بہت فکر انگیز ہے:

دنیا داری تو کیا آتی، دامن سینا سیکھ لیا
مرنے کے تھے لاکھ بہانے پھر بھی جینا سیکھ لیا

یہ مجموعہ دو نعتوں سے شروع ہوتا ہے۔ پہلی نعت کا ایک شعر ہے:

مجھے سرمست کر دیتی ہے اپنی بوئے پیراہن
سجا رکھا ہے جب سے دل میں گلدستہ محمدؐ کا

اعظمی مرحوم کے منتخب اشعار کا مجموعی تاثر، دو لفظوں میں، حسرت اور ہمت ہے۔ یہ گویا ان کے شاعرانہ احساسات کا ایک اشاریہ ہے۔ اس پر کچھ پرتو عصری حسیت کا بھی ہے۔□□

پتہ: صندل نگر، نیو عظیم آباد کالونی، پوسٹ مہندرو، پٹنہ، 800006

کتابیں ذہن و فکر کو زنگ آلود ہونے سے محفوظ رکھتی ہیں

تنویر خیال

تبصرہ: سہیل انجم

نام کتاب: تنویر خیال (شعری مجموعہ)　شاعر: شبنم کمالی　مرتب: ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی
صفحات: ۲۱۶　قیمت: -/۶۰ روپے
ناشر: شبنم اکیڈمی، سیتامڑھی (بہار)

زیر تبصرہ مجموعہ شبنم کمالی کی غزلوں اور نظموں پر مشتمل ہے۔ شبنم کمالی صرف ایک شاعر ہی نہیں بلکہ سر کردہ عالم دین اور شیریں بیان مقرر اور خطیب بھی ہیں۔ چونکہ مذہبی جلسوں اور اجتماعات میں انہیں کثرت سے مدعو کیا جاتا ہے۔ لہٰذا پورے بہار میں مشہور و معروف ہیں۔ شبنم کمالی کی شخصیت کی مانند ان کی شاعری کے بھی جگہ جگہ چرچے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ آپ ایک ایسے شاعر ہیں جو روایات کا دامن تھام کر میدان شعر گوئی میں آگے بڑھتے ہیں تو جدید خیالات کے نقوش بھی راستے میں ثبت کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ آپ کی شاعری میں جدید دور کے تقاضوں کو بھی برتا گیا ہے اور روایات کی عکاسی بھی ہے۔ کلاسیکی تخیلات کی جلوہ آفرینی بھی ہے اور جدید حالات وواقعات کی صورت گری بھی ہے۔ آپ کی شاعری قدیم وجدید کا ایک ایسا سنگم ہے جہاں کلاسیکی انداز فکر کے ساتھ ساتھ جدید تصورات کے پرتو بھی دکھائی دیتے ہیں۔

تنویر خیال کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ شبنم کمالی صاحب کو مشکل ردیفوں میں طبع آزمائی کرنے کا بھی کمال حاصل ہے۔ آپ نے "ڑ" کو چھوڑ کر بقیہ تمام حروف کی ردیف میں اپنی فنکارانہ استادی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تنویر خیال سے یہ اندازہ بھی ہوا کہ آپ سہل ممتنع کے اشعار بھی کہتے ہیں اور مشکل گو بھی ہیں۔ آپ کے کلام میں گاؤں اور شہر کا موازنہ بھی ہے اور یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ شہر لاکھ بہتر ہو جائیں اور خواہ کتنی ہی سہولیات سے لیس کیوں نہ ہو جائیں گاؤں کی رواداری، محبت واخوت اور شرافت ونجابت سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ـ

گاؤں کے لوگ ہیں اخلاص و وفا کے پیکر
شہر کا زہر نہ کھانے میں ملاکر رکھنا
تم کو اس شہر میں جینا ہے تو جینے کے لیے
روپ کو چھوڑ کر بہروپ بدلنا ہوگا

ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی نے اس مجموعہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ نقش اول میں ۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۳ء تک اور نقش دوم میں ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۳ء تک کی غزلیں ہیں جبکہ تیسرے حصے میں نظمیں شامل کی گئی ہیں۔ نقش اول کا نمائندہ شعر دیکھیے:

جاؤ جاؤ حال نہ پوچھو ہرگز اس دیوانے کا
چھوڑ کے جس نے آبادی کو رخ پکڑا ویرانے کا

نقش دوم کا نمائندہ شعر دیکھیے:

مجھ کو نگاہ قہر سے دیکھا کریں نہ آپ
لوگوں کے بیچ یوں مجھے رسوا کریں نہ آپ

تیسرے دور میں کل ۲۷ نظمیں ہیں جن میں بعض بے حد مختصر ہیں اور بعض کافی طویل۔ یہ نظمیں رومانی بھی ہیں، وطن پرستی کے جذبات کی عکاسی کرنے والی بھی اور ملی انقلابی بھی۔ مجموعی طور پر یہ مجموعہ شبنم کمالی کی شاعری کو سمجھنے میں بہت ہی معاون ثابت ہوگا۔□□

پتہ: 426، ذاکر نگر (ویسٹ) جامعہ نگر، نئی دھلی 110025

فصیل شب

تبصرہ: جاوید دربھنگوی

نام کتاب: فصیل شب (مجموعہ کلام)　مصنف: کوثر صدیقی
صفحات: ۱۴۴　قیمت: -/۹۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار جامع مسجد، دہلی۔ 110006

زیر نظر کتاب "فصیل شب" کوثر صدیقی کا مجموعہ کلام ہے۔ کوثر صدیقی کو اظہار پر غیر معمولی قدرت حاصل ہے اور وہ ایک حساس ذہن کے مالک ہیں۔ اس لیے ان کے موضوعات میں رنگارنگی ہے یعنی وہ زندہ و توانا تخیل رکھتے ہیں اس لیے ان کی دنیا محدود نہیں۔ اس مجموعے کی اہمیت کئی اعتبار سے ہے۔ اس میں شامل غزلیں عصر حاضر کی بہترین اور نمائندہ غزلوں میں شمار کی جاسکتی ہیں۔ یہ چند اشعار جو بلا تخصیص اٹھالئے گئے ہیں، دیکھیے:

اظہار غم کا سب کو چمن میں شعور ہے　　انداز خامشی میں گلوں کو زبان ملی
وقت کے ٹھہرے ہوئے پانی کو چھیڑ　　پھینک دے دھیرے سے اک پتھر نہ سوچ
مورخوں نے قلم رکھ دئے نہ جانے کیوں　　ہمارے سر پہ جو گزرا وہ حادثہ نہ لکھا

تسلی و حوصلہ افزائی کا یہ انداز ملاحظہ ہو، کتنا دلآویز ہے:

اپنے ظلمت کدۂ غم میں اکیلا ہی سہی　　جنم لیتا ہے گہر سیپ کے اندر تنہا
وزن ہر چیز کی توقیر بڑھا دیتا ہے　　زندگی بوجھ سہی پھر بھی اٹھائے رکھیے
کیجیے کچھ اور روشنی کی سبیل　　صبح پر انحصار مت کیجیے

عصر حاضر میں جس نظام کا بول بالا ہے اس کی سفاکی و چیرہ دستی پر کتنا گہرا طنز ہے:

سوال یہ ہے مرا قتل کیوں نہیں رکتا　　سوال یہ نہیں قاتل کو پھانسی دی جائے
بن گیا تاریخ کا خونیں ورق　　پشت میں پیوست خنجر اور میں

اس مجموعے کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں شامل چھوٹی چھوٹی نظمیں بھی بیحد اہم ہیں یہ پابند اور شاعرانہ ہیں۔ اس کے پاس تجربے ہیں قیمتی تجربے، جنھیں چھپانے کے انداز میں دکھانا چاہتا ہے اور قارئین کو اس میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ یوں تو اس کی ساری نظمیں اچھی ہیں لیکن فیصلہ، تیرہ چشم وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

کھلے گی اصلیت طوفاں کی دریا میں اترنے سے
چلو ہم اپنے مستقبل کا کوئی فیصلہ کرلیں

یا تیرہ چشم کا یہ آخری بند:

یہ تیرہ چشموں کی ظلمت نژاد بستی ہے
کسی کو کچھ نظر آتا نہیں اجالے میں
پھنسے ہیں لوگ یہاں مکریوں کے جالے میں...

اسی طرح ثلاثی کا حصہ بھی بیحد اہم ہے۔ اس صنف کو کفیل آذر نے مشاعروں سے بھی روشناس کیا اور کوثر صدیقی کی محنت اور کامیابی کو بھی اس کی بازیافت کے سلسلے میں اہم تسلیم کیا جائے گا۔

جسم میرا صلیب شب پر ہے
ظالموں کے لیے دعا پھر بھی
میرے ہر زخم جاں کے لب پر ہے

یہ مثلث دیکھئے نئی تہذیب کی چمک دمک اور کھوکھلے پن پر کتنی زبردست چوٹ ہے:

کچے گھر کی وہ دھول اچھی تھی
آتے جاتے لپٹ کے قدموں سے
حال تو میرا پوچھ لیتی تھی

فصیل شب کے تینوں حصے بیحد کامیاب ہیں اور اس کی پذیرائی کی جانی چاہئے۔□□

پتہ: 259، تاپتی ہوسٹل، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی . 110067

درج ذیل کتب ہم سے طلب فرمائیں

☆غزل: پس منظر، پیش منظر	ساحل احمد	ص:408	400/=
☆صاحب فن (نظمیں)	ف۔ س۔ اعجاز	ص:208	160/=
☆انشاء کلکتے کا عصری ادب نمبر	ف۔ س۔ اعجاز	ص:320	200/=
☆تذکرہ خطاطین (کراچی ایڈیشن)	محمد راشد شیخ (نفیس آرٹ پیپر پر چہار رنگی طباعت)		700/=
☆ادراک معنی	ڈاکٹر نفیس احمد		125/=
☆میری تمام سرگذشت: سید ابوالحسن علی ندویؒ	ڈاکٹر نفیس احمد		125/=
☆نعت رنگ ۹، ۱۰ (کراچی)	صبیح رحمانی	(فی حصہ)	100/=
☆نیاز حیدر شخصیت اور شاعری	ڈاکٹر ظفرالدین		100/=
☆تنقیح و تشریح: محمود عالم کے تبصرے اور تنقیدی مضامین	مرتب: عارف اقبال	ص:192	100/=
☆پرواز راز (شعری مجموعہ)	ڈاکٹر خلیل الرحمٰن راز		150/=
☆اردو کا ابتدائی زمانہ (ادبی تہذیب و تاریخ کے پہلو) (کراچی ایڈیشن)	شمس الرحمٰن فاروقی		120/=

رابطہ:
Applied Publications. Pvt. Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel Kohinoor
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002 Ph:3289268

تعارف و تبصرہ

آؤ نماز پڑھیں

مؤلف: رفیع احمد اشاعت: ۲۰۰۰ء صفحات: ۴۰، قیمت: -/۶ روپے
ناشر: واحد پبلی کیشنز 308، اسلام پورہ، مالیگاؤں، مہاراشٹر

تبصرہ : عادل اسیر دہلوی

بچوں کے معروف شاعر رفیع احمد صاحب صرف نظم میں ہی طبع آزمائی نہیں کرتے بلکہ ان کا قلم نثر میں بھی کئی گراں قدر کارنامے بچوں کے لیے انجام دے چکا ہے۔ مثلاً: علم کا شوق، مضمون نگاری، پیارا قرآن، بڑوں کا ادب" وغیرہ اور اب "آؤ نماز پڑھیں" جیسی اہم کتاب کسی بیش قیمت تحفے سے کم نہیں۔ ان کا ذہن تعمیری ہے بچوں کو مخاطب کر کے آسان زبان میں مشکل سے مشکل بات کہنے کا طریقہ رفیع احمد صاحب کو معلوم ہے۔ جس کا استعمال انہوں نے زیر تبصرہ کتاب میں بھی بے حد سلیقے سے کیا ہے۔

"آؤ نماز پڑھیں" اگر اسلامی مدارس یا ان پبلک اسکولوں کے نصاب میں شامل کر لی جائے جن میں دینیات بھی پڑھائی جاتی ہے تو اس کتاب سے زیادہ فائدے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

کتابت و طباعت عمدہ ہے۔ سرورق بھی نہایت دیدہ زیب ہے۔ لیکن کتاب کی قیمت بے حد کم ہے۔▶▶

بچے پھول ہوتے ہیں

شاعر: محسن باعشن حسرت، اشاعت: ۲۰۰۰ء قیمت: -/۵۰ روپے (مجلد)
صفحات: ۱۱۲، ناشر: فہام پبلی کیشنز، ۴، پرنسپ اسٹریٹ، کلکتہ۔ ۷۰۰۰۷۲

تبصرہ: عادل اسیر دہلوی

زیر نظر کتاب بچوں کے شاعر محسن باعشن حسرت کی پہلی کتاب ہے، جس کی زیادہ تر نظمیں ملک کے مختلف گوشوں سے نکلنے والے بچوں کے رسائل میں شائع ہو چکی ہیں۔ وہ کافی عرصے سے بچوں کے لیے لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے مختلف اصناف سخن میں بچوں کے لیے طبع آزمائی کی ہے۔ وہ جس تن دہی اور سنجیدگی سے بچوں کے ادب کی ترویج میں مشغول ہیں وہ قابل تعریف ہے۔

مغربی بنگال میں بچوں کے بڑے شاعر علقمہ شبلی ہیں جن کی تحریریں یقیناً مقامی شعراء کے لیے ترغیب کا باعث اور بچوں کے ادب کے لیے رجحان پرور بھی ہوتی ہوں گی۔ ان کے ارشادات گرامی بھی کتاب کی زینت ہیں۔ علاوہ ازیں مظفر حنفی، سالک لکھنوی، رئیس الدین فریدی، قیصر شمیم، اعزاز افضل، مناظر عاشق ہرگانوی، مغموم کلکتوی اور حشمت کمال نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

"بچے پھول ہوتے ہیں" کی بیشتر نظموں کو پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نے بچپن کی لذتوں کو فراموش نہیں کیا ہے بلکہ اس کتاب میں شامل نظموں کے ذریعے اس تجربے میں اس نے تمام بچوں کو شامل کر لیا ہے جو اپنے معصوم بچپن کے ساتھ محسن باعشن حسرت کی شاعری میں کھیلتے کودتے نظر آتے ہیں۔

کتاب آفسیٹ سے طبع ہوئی ہے۔ کاغذ عمدہ اور سرورق رنگین ہے۔ امید ہے یہ کتاب بچوں میں مقبول ہوگی اور وہ

اس کے مطالعے سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ◀◀

پتہ: ملک بک ڈپو، ترکمان گیٹ، دھلی. 110006

سازِ جرس

شاعر: کوثر صدیقی، صفحات: ۱۴۴، قیمت: ۔/۴۰ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار جامع مسجد، دہلی

مبصر: جاوید دربھنگوی

جناب کوثر صدیقی ادب و شعر کی دنیا میں نووارد اور کہنہ مشق ہیں۔ نووارد اس طرح کہ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد یہاں قدم رکھا اور کہنہ مشق اس طرح کہ جو دل پہ گزرتی رہی اوائل عمری سے اسے رقم کرتے رہے اور اردو شاعری کی صحت مند روایات سے آگاہ بھی ہیں۔ کچھ دن پہلے ان کا شعری مجموعہ فصیل شب منظر عام پر آیا اور اس پر بھی میں نے تبصرہ لکھا تھا۔ ان باتوں کا اعادہ تحصیل حاصل ہے میں نے اسے نہایت کامیاب شعری مجموعہ قرار دیا تھا، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ یہ مجموعہ جواب ساز جرس کے نام سے شائع ہوا ہے تقدم زمانی کا حامل ہے۔ اگرچہ زیور طبع سے بعد میں آراستہ ہوا۔ اس میں شامل نظمیں اور غزلیں اقبال کے رنگ میں لکھی گئی ہیں جس میں مکمل کامیابی تو ظاہر ہے دور دور تک ممکن نظر نہیں آتی اور قصداً اس رنگ سخن کے اختیار کرنے کی دھن میں شاعر کا اپنا رنگ بھی (جو فصیل شب میں دیکھنے کو ملتا ہے) ابھر نہیں پایا۔ اس لیے یہ مجموعہ فصیل شب کی ہمسری تو نہیں کر سکتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ نظمیں اور غزلیں دلچسپ ہیں اور گلی ڈنڈا والی ہیئت کی نظموں اور غزلوں کی طرح بے کیف نہیں ہیں۔ اس مجموعے کے مطالعے سے شاعر کے ارتقائی سفر کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں جو اس مجموعے کی کامیابی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ہمارے سوز جاں سے عارض ہستی دہکتا ہے　　چمن میں آتش گل کی بہار جاوداں ہم ہیں
مری تخلیق کی قوت پہ اب کیوں رشک کرتا ہے　　دئے آدم کو یارب تونے ہی اوصاف خلاقی
جلا دیا ہے نشیمن کا ایک اک تنکا　　کہ دل کو کھینچیں نہ اسباب شام راحت کے
کوئی پڑھتا نہیں پڑھ لے تو سمجھتا بھی نہیں　　دست ہر فرد میں فطرت کی ہے پاکیزہ کتاب

صاف اور دلکش چھپائی اور قیمت معقول ہے۔!! ◀◀

پتہ: 259، تاپتی ہوسٹل، جواھر لال نھرو یونیورسٹی، نئی دھلی. 110067

شہر نو

(سہ ماہی) مدیر: محمد صابر رضاشی، اشاعت: جلد ۱، شمارہ ۱ (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۰ء) قیمت: فی شمارہ ۱۵ روپے

پتہ: پوسٹ آفس گارڈن ریچ، کلکتہ ۷۰۰۰۲۴

تبصرہ: عادل اسیر دھلوی

زیر نظر رسالہ "شہر نو" ثانی لکھنؤ مٹیابرج سے شائع ہونے والا ادبی رسالہ ہے جس میں ڈاکٹر شمیم انور کا عین رشید پر ایک مضمون "بنگال کا غالب" ہے اس کے علاوہ ڈاکٹر وزیر آغا، شارب ردولوی، انجم عثمانی، حفیظ بنارسی، علقمہ شبلی، مظفر حنفی، کشن موہن، شہپر رسول جیسے اہم قلم کاروں کی تحریریں شامل اشاعت ہیں۔ رسالے کے مندرجات کچھ اس طرح ہیں۔ حمد، نعت اور اداریہ کے بعد گوشہ عین رشید، مضامین، افسانے، گوشہ خواتین، شعری ادب، کیریئر گائیڈینس،

انٹرویو، تبصرہ کتب، خطوط وغیرہ۔

امید ہے یہ معیاری رسالہ اردو حلقوں میں توجہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ رسالے میں ایک خاص چیز مٹیابرج کے شعرا و ادباء کے نام اور پتے ہیں۔

رنگین سرورق پر عین رشید کی تصویر ہے۔ کاغذ اور چھپائی کا معیار اچھا ہے۔ قیمت مناسب ہے۔ ◀◀

بزم ادب

(بزم خواتین علیگڑھ کا سالانہ جریدہ) ایڈیٹر: راشدہ خلیل، اشاعت ۶، (۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۱ء)

قیمت: فی شمارہ ۔/۲۵ روپے، پتہ: اردو باغ، سر سید نگر، علی گڑھ، ۲۰۲۰۰۲

تبصرہ: عادل اسیر دھلوی

بزم خواتین علی گڑھ کے اس رسالے میں قلمکار صرف خواتین ہیں۔ مضامین، افسانے، غزل، نظم اور کچھ خطوط پر مشتمل یہ رسالہ اپنے اندر گوناگوں دلچسپیاں لیے ہوئے ہے کہ ایک جگہ مختلف اصناف اظہار میں خواتین کے افکار سے آگاہی فراہم کرتا ہے۔ صرف خطوط کے کالم میں مردوں کو باریابی کی اجازت ہے۔ ساجدہ زیدی سے ایک ملاقات میں ساجدہ صاحبہ کی یہ بات توجہ طلب ہے کہ "میرا مشورہ ہے کہ آپ ان مردوں کو بھی اس میں جگہ دیجئے جو خواتین سے متعلق اچھے کار آمد مضامین لکھ رہے ہیں۔"

بہر حال رسالہ کی چھپائی اور کاغذ دونوں ہی بہتر ہیں۔ اور قیمت بھی مناسب ہے۔ ◀◀

موجِ ادراک

شاعر: نصیر بیابانی، صفحات: ۱۲۸، قیمت: ۔/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد۔۲، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس لال کنواں، دہلی۔ 110006

تبصرہ: جاوید دربھنگوی

موج ادراک نصیر بیابانی کا مجموعہ کلام ہے۔ نصیر بیابانی اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ کے شہر حیدر آباد کے رہنے والے ہیں اور ایک خوش فکر شاعر ہیں۔ قلی قطب شاہ کی روایت کے علمبردار بھی ان معنوں میں کہے جاسکتے ہیں کہ ان کی شاعری میں غم کا عنصر قلیل ہے۔ انہوں نے نظم و غزل دونوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ میرے خیال میں وہ غزل میں زیادہ کامیاب ہیں اور ان کی غزلیں وسیع تر امکانات کی حامل ہیں وہ عالم پر کمنڈ ڈالنے کی فکر میں بھٹکتے نہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو سادگی و صفائی کے ساتھ نظم کرنے کا گر جانتے ہیں۔ کہیں کہیں تو ان کے شعروں میں بجلی کی طرح وہ شاعرانہ جوہر نمودار ہو جاتا ہے جس کو اگر ترقی دی گئی تو وہ غزل گو شعراء میں نمایاں مقام حاصل کر سکیں گے۔ مثلاً انسان کی محکومی کی داستان تو پرانی ہو چکی لیکن انسان حاکم بھی ہے۔ یہ وہ تنکا نہیں جو ہوا کی زد میں بہتا چلا جائے۔ یہ ہواؤں کے رخ بدلنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ لیکن ہماری شاعری اس کی اس صلاحیت سے ناآشنا سی ہے۔ نصیر اس سے آگاہ بھی ہیں اور جب 'زندگی کرنے' کو خدائی کرنے سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ بھی اس سادگی کے ساتھ۔

ایک انسان دنیا میں کب تک جئے
ایک بندہ کہاں تک خدائی کرے

تو داد دیے بغیر نہیں رہا جاتا انہوں نے اپنی کلاسیکی روایت سے بھرپور استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی کامیابی کے ضامن یہ اشعار ہیں:

ہے جن کی روش بزم میں بے وقت بھڑکنا　　　تم ایسے چراغوں کو بجھا کیوں نہیں دیتے
مجھے جاکر بیابانوں میں ڈھونڈو　　　جہاں تک گلستاں ہے میں نہیں ہوں

اور اس طرح کے متعدد اشعار موجود ہیں انہوں نے قطعہ تاریخ بھی بڑی تعداد میں کہا ہے اور کامیابی کے ساتھ۔ مجھے امید ہے کہ موج ادراک ادبی حلقوں سے داد تحسین وصول کرے گا۔ اور نصیر بیابانی عصر حاضر کے شعرا کی صف میں اہم مقام حاصل کر سکیں گے۔ ▶▶

نماز محبت شاعر: اشک امرتسری، صفحات: ۱۶۰ قیمت: ۱۵۰ روپے

ناشر: شری گورو تیغ بہادر انت کوتار ساہتیہ پرکاشن، H-375، فیز I، موہالی 160055

تبصرہ: جاوید دربھنگوی

نماز محبت شعری مجموعہ ہے، اشک امرتسری کا۔ اشک بڑے شاعر تو نہیں لیکن شاعر ہیں اس میں کلام بھی نہیں۔ یہ نظم قطعہ رباعی سانیٹ اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ نظمیں پابند ہیں عام لفظوں میں اظہار خیال کی کوشش ہر جگہ ملتی ہے۔ ایک قطعہ دیکھئے اسلوب روایتی ہے اور خیال بھی عام سا ہے، نثر سے بہتر ضرور ہے۔ لیکن بیجا وضاحت نے لطف کچھ کم کر دیا ہے۔

زلزلے ہیئت اجسام بدل دیتے ہیں　　　سانحے سورت ایام بدل دیتے ہیں
بھیج دیتا ہے کبھی ایسے بھی انساں بھگوان　　　جو زمانے کے صبح و شام بدل دیتے ہیں

غزلوں میں بھی دلچسپی کے اشعار جا بجا مل جاتے ہیں۔ مثلاً یہ اشعار

اٹھ گیا دہر سے تو تو ہنستا ہوا　　　مجھ کو غم دے گیا کھیل ہی کھیل میں
بزم میں آج رقیبوں کی مدد سے پہنچے　　　ہم نے انداز محبت کے بدل ڈالے ہیں
ہے آنکھ کون سی جس میں نہیں ہے اشک رواں　　　ہے دل وہ کون سا جو غم سے پائمال نہیں

یہ اور اس طرح کے دوسرے اشعار جن میں اسلوب تو بالکل روایتی ہے لیکن جدت پیدا کرنے کی کوشش ضرور ملتی ہے۔ ▶▶

درج ذیل کتابیں ہم سے طلب فرمائیں:

☆ ادب کا اسلامی تناظر	ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی	100/=
☆ ارض مقدس میں چند روز (سفرنامہ)	اے۔ امیر النساء	100/=
☆ سفرنامہ حرمین شریفین	طیب عثمانی ندوی	60/=
☆ علوم القرآن: مولانا امین احسن اصلاحیؒ نمبر	مدیر: ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی	150/=
☆ ذبیح کون؟	علامہ حمید الدین فراہیؒ	80/=
☆ حکمت قرآن	علامہ حمید الدین فراہیؒ	60/=
☆ حقیقت نماز	مولانا امین احسن اصلاحیؒ	23/=
☆ اسباق النحو (مکمل)	علامہ حمید الدین فراہیؒ	30/=

رابطہ:
Applied Publications. Pvt. Ltd. 1739/3 (Basement)
New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002 Ph:3289268

موضوعاتی فہرست

سہ ماہی مجلہ اقبالیات، لاہور

اپریل ۱۹۶۰ تا جولائی ۱۹۹۴ء (آخری قسط)

مرتبہ: اختر النساء
اقبال اکادمی، پاکستان لاہور

سہ ماہی مجلہ "اقبالیات" (اقبال ریویو، اردو) کا اجراء اپریل 1960 میں ہوا۔ اس میں علامہ اقبال کی زندگی، شاعری اور حکمت پر مشتمل پہلو مثلاً سیاسیات، اخلاقیات، تعلیم، تاریخ، معاشیات، فلسفہ، عمرانیات، نفسیات، ادب، فن، تقابل مذاہب اور اسلامیات پر اقبال کے افکار کی تشریح و توضیح پر مبنی موضوعات کے متعلق تحقیقی مقالات شائع کئے جاتے رہے ہیں۔ "اقبالیات" سے دلچسپی رکھنے والے محققین اور اہل علم کے لیے ذیل میں اس مجلہ کا موضوعاتی اشاریہ شاریہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اشاریہ 1960 سے 1994 تک کے شماروں پر مشتمل ہے۔ اشاریہ کی آخری قسط پیش خدمت ہے۔

مقالہ نگار	عنوان	جلد:شمارہ	ماہ	صفحات
منظومات				
جگن ناتھ آزاد	اقبال کی ایک نظم میں اصناف سخن	۲۶:۴	جنوری۱۹۸۵ء	۸۹_۱۱۵
افضل حق قرشی	اقبال کا ایک قطعہ تاریخ	۲۴:۲	جولائی ۱۹۸۳ء	۱۲۷_۱۲۹
رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر	نظم "صقلیہ" (جزیرہ سسلی، ایک بند کی تشریح)	۳۳:۴	جنوری، مارچ ۱۹۹۳ء	۷۱_۸۸
ریاض الحسن	اقبال کی ایک نظم حقیقت حسن	۱۴:۴	جنوری ۱۹۷۴ء	۱_۴
ریاض حسین، پروفیسر	اقبال کا ایک غیر مطبوعہ سہرا	۳۲:۲	جولائی تا ستمبر ۱۹۹۲ء	۱_۱۲
غلام رسول مہر	ارمغان حجاز کی ایک رباعی	۹:۴	جنوری ۱۹۶۹ء	۴۱_۴۴
لطف اللہ بدوی	علامہ اقبال کی ایک فراموش شدہ نظم	۵:۴	جنوری ۱۹۶۵ء	۷۴_۷۸
محمد عبداللہ قریشی	علامہ اقبال کی دو نظموں کی سرگزشت	۲۲:۲	جولائی ۱۹۸۱ء	۲۳_۳۰
محمد یوسف، ڈاکٹر سید	مسجد قرطبہ کا مرکزی خیال تاریخ کی روشنی میں	۹:۲	جولائی ۱۹۶۹ء	۷۹_۷۸
مہر عبدالحق، ڈاکٹر	آفتاب (ترجمہ گایتری)	۲۸:۴	جنوری، مارچ ۱۹۸۸ء	۲۰۷_۲۱۸
وحدت الوجود				
ابو سعید نورالدین، ڈاکٹر	وحدت الوجود اور فلسفہ خودی	۳:۲	جولائی ۱۹۶۲	۹۸_۱۲۵
عباد اللہ فاروقی، حافظ	علامہ اقبال اور وحدت الوجود	۱۴:۴	جنوری ۱۹۷۴	۳۷_۵۹
نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر	اقبال اور وحدت الوجود	۲:۴	جنوری ۱۹۶۲	۷۵_۹۹

متفرقات

آغا یمین، ڈاکٹر	اسلامی بلاک: اقبال کی نظر میں	۲:۲۲	جولائی ۱۹۸۱	۶۵_۵۵
احمد جاوید	لیکن مجھے احمق سیاست سے ہے پرہیز	۲:۳۵	جولائی، ستمبر ۱۹۹۴	۸۹_۶۷
اکبر علی خان	چند نوادر... بسلسلہ اقبالیات	۲:۳	جولائی ۱۹۶۲	۹۷:۷۹
	چند نوادر... بسلسلہ اقبالیات	۴:۳	جنوری ۱۹۶۳	۸۳_۵۱
بختیار حسین صدیقی	اقبال: مثالی دار العلوم کا تصور	۴:۱۹	جنوری ۱۹۷۹	۳۵_۱۱
تحسین فراقی، ڈاکٹر	جلوہ خوں گشت و نگاہے بہ تماشانہ رسید (اقبالیات کا ایک جائزہ)	۲:۲۵	جولائی ۱۹۸۴	۲۲۳_۱۹۱
جگن ناتھ آزاد	محمد اقبال (روسی محقق سید میر شکر کی کتاب مترجمہ کبیر احمد جائسی کا خصوصی مطالعہ)	۲:۲۶	جولائی ۱۹۸۵	۱۵۴_۱۳۹
حلاج، حسین بن منصور	علامہ اقبال اور حسین ابن منصور حلاج (کتاب الطواسین کا اردو ترجمہ، مترجمہ محمد ریاض)	۲:۱۹	جولائی ۱۹۷۸ء	۴۵_۱۱
ریاض بن رجب	خواطر حول اقبال	۱:۱۰	اپریل ۱۹۶۹	۵۹_۵۵
رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر	اقبال جادو گر ہندی نژاد (عتیق صدیقی) ایک تنقیدی مطالعہ	۲:۲۳	جولائی ۱۹۸۲	۳۶_۱۱
رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر	اقبال پر یادگار ایک عالمی اجتماع	۲:۲۷	جولائی ۱۹۸۶	۲۷۶_۲۶۳
سرجیت سنگھ لانبہ	پیغام اقبال	۲:۲۲	جولائی ۱۹۸۱	۵۳_۵۱
سلیم اختر، ڈاکٹر	پیام اقبال کی عالمگیر مقبولیت	۴:۲۳	جنوری ۱۹۸۳	۲۷_۱
عبدالرحمٰن طاہر سورتی	اقبال: پیامبر جہاد	۴:۱۴	جنوری ۱۹۷۴	۳۶:۲۹
عبدالواحد معینی، سید	اقبال اور ہمارے مسائل	۲:۱۳	جولائی ۱۹۷۲	۲۹_۲۱
عبداللہ، ڈاکٹر سید	اقبال ایک ادبی فنکار	۴:۲	جنوری ۱۹۶۲	۱۶_۱
علی محمد شعلان، الشیخ الصاوی	لمحہ علی ضریح اقبال	۱:۱۰	اپریل ۱۹۶۹	۴۹
غلام حسین یوسفی	شاعر زندگی	۱:۸	اپریل ۱۹۶۷	۱۵۰_۱۳۵
اقلیم اختر کیانی	سلام بحضور شاعر مشرق (نظم)	۲:۲۴	جولائی ۱۹۸۳	۱۳۱
گلچین معانی	بیاد اقبال	۴:۹	جنوری ۱۹۶۹	۴۰
محمد حسین عرشی امرتسری	اقبال کے کرم فرما	۲:۱۷	جولائی ۱۹۷۶	۱۲۷_۱۰۷
محمد شعیب	اقبال کی فلاطونی تعبیر کا جائزہ	۴:۵	جنوری ۱۹۶۵	۸۷_۷۹
محمد معز الدین	علامہ اقبال اور عظمت انسانی	۳_۲:۱۸	جولائی۔ اکتوبر ۱۹۷۷	۲۴۶_۲۳۵
نذیر احمد	مجلس اقبال	۲:۱۳	جولائی ۱۹۷۲	۴۳_۳۰
یوسف سلیم چشتی، پروفیسر	اقبال کے بعض ملفوظات	۲:۵	جولائی ۱۹۶۴	۵۸_۳۱

پتہ: اقبال اکیڈمی پاکستان، سکنڈ فلور، ایوان اقبال، اکیڈمی بلاک، خیابان اقبال، لاہور (پاکستان)

□□

موضوعاتی فہرست

سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ

جلد:۱۹، شمارہ: ۱۔۴ (جنوری تا دسمبر ۲۰۰۰ء)

مدیر : سید جلال الدین عمری　صفحات : ۱۱۶　قیمت: ۲۰/- روپے

سالانہ زر تعاون : ۷۵/- روپے لائبریری و ادارے : ۱۰۰/- روپے

پتہ : پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ 202001

حرف آغاز

عنوان	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
رسول اللہؐ کے مکی دور کے بعض اہم واقعات (۱)	سید جلال الدین عمری	۱	۴۴_۵
رسول اللہؐ کے مکی دور کے بعض اہم واقعات (۲)	سید جلال الدین عمری	۲	۱۴۳_۱۲۵
رسول اللہؐ کے مکی دور کے بعض اہم واقعات (۳)۔	سید جلال الدین عمری	۳	۲۶۴_۲۴۵
ہجرت حبشہ	سید جلال الدین عمری	۴	۳۹۰_۳۶۵

تحقیق و تنقید

عنوان	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
اسرار الفاتحہ: ایک تعارف	پروفیسر کبیر احمد جائسی	۱	۶۵_۳۵
انگریزی عہد میں اسلامی تہذیب	ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی	۱	۸۷_۶۶
نقد حدیث: ضرورت وماہیت	ڈاکٹر خالد ظفر اللہ داؤدی	۲	۱۶۶_۱۴۴
آراضی ہند کی شرعی حیثیت: ایک تاریخی جائزہ	ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی	۳	۲۸۲_۲۶۵
اردو تاریخ نویسی کا ایک جائزہ: عہد سر سید تک	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	۳	۳۱۵_۲۸۳
تخریج احادیث: ایک تعارف	حافظ افتخار احمد	۴	۴۰۵_۳۹۱
آثار البلاد: فن تراجم کا ایک اہم ماخذ	جمشید احمد ندوی	۴	۴۱۸_۴۰۶

بحث و نظر

عنوان	مضمون نگار	شمارہ	صفحات
نصاب زکوٰۃ کی تعیین: چند اصولی مباحث	پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی	۱	۹۷_۸۸
رسول کریمؐ کی ازدواجی زندگی: اعتراضات کا جائزہ	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲	۱۹۵_۱۶۷
قرائنی شہادت کی شرعی حیثیت اور عصر حاضر کے تناظر میں اس کی اہمیت	ڈاکٹر سید ازکیا ہاشمی	۳	۳۳۶_۳۱۷

حالت نشہ کی طلاق	مولانا ولی اللہ مجید قاسمی	۴	۴۱۹۔۴۳۱

سیر و سوانح

شیخ حسن البنّاؒ: اسلامی بیداری کے سرخیل	پروفیسر مسعود الرحمٰن خاں ندوی	۲	۱۹۶۔۲۳۰
محمد مرماڈیوک ولیم پکتھال اور اسلام	پروفیسر افتخار حسین صدیقی	۳	۳۳۷۔۳۵۰

ترجمہ و تلخیص (کتب)

احادیث اور اقوال ائمہ میں تعارض کے اسباب	علامہ ابن تیمیہؒ مترجم مولانا الطاف احمد مالانی	۱	۹۸۔۱۱۸
سیرت نگاری کی تاریخ پر ایک نظر	مصطفیٰ السقاء، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شلبی مترجم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۴	۴۳۲۔۴۵۶
علی ابن مدینی۔ احوال اور علمی آثار	ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی مترجم: مولانا محمد اسلام عمری	۴	۴۵۷۔۴۷۱

تعارف و تبصرہ (کتب)

شیئر بازار میں سرمایہ کاری (ڈاکٹر عبدالعظیم فلاحی)	ڈاکٹر ولید احمد انصاری	۲	۲۳۱۔۲۳۳
خدمت خلق یا حقوق العباد (عبداللہ دانش)	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲	۲۳۳۔۲۳۴
تذکرۂ حیوانات، قرآن کریم میں (ڈاکٹر میر گوہر علی خاں)	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۳	۳۵۱۔۳۵۳
احادیث "لیس منا" (مولانا محمد فاروق خاں)	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۳	۳۵۳۔۳۵۵
اسلامی معاشیات (ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی)	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۳	۳۵۵۔۳۵۶
امت مسلمہ: رہبر اور مثالی امت (مولانا سید محمد رابع حسنی)	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۳	۳۵۶۔۳۵۷
قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کے سائنسی کارنامے (ڈاکٹر غلام قادر لون)	مولانا محمد جرجیس کریمی	۳	۳۵۷۔۳۶۰
الرأی الصحیح فی من ھو الذبیح (مولانا فراہیؒ)	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۴	۴۷۲۔۴۷۳
سہ ماہی "حرا" حیدرآباد (خالد سیف اللہ)	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۴	۴۷۵
علوم الحدیث: مطالعہ و تعارف (رفیق احمد سلفی)	مولانا محمد جرجیس کریمی	۴	۴۷۳۔۴۷۵

□☆□

قارئین متوجہ ہوں:

جنوری ۲۰۰۰ء سے طلبہ کے لیے سالانہ زر تعاون =/80 روپے کردیا گیا ہے جبکہ عام قارئین کے لیے زر تعاون =/100 روپے سالانہ ہے۔ "اردو بک ریویو" اردو دوستوں کا اپنا مجلّہ ہے۔ براہ کرم اس کی توسیع میں حصہ لیجیے۔

اردو بک ریویو

اردو دنیا کا ایک منفرد مجلّہ ہے۔ اس کا تعاون اہل اردو پر قرض ہے۔ صرف =/3000 روپے کا عطیہ دے کر اس کے تاحیات ممبر بن سکتے ہیں۔ تاحیات ممبر کا نام "اردو بک ریویو" میں شائع کیا جاتا ہے۔

تحقیقی مقالات

فہرست پی ایچ۔ڈی

جواہر لال نہرو یونیورسٹی، شعبہ اردو، نئی دہلی

۱۹۹۰ تا ۱۹۹۸ء (آخری قسط)

مرتب: جاوید دربھنگوی

موضوع	اسکالر	نگراں	سال رجسٹریشن
آزادی کے بعد برصغیر کی خواتین ناول نگاروں کے ہاں عورتوں کی کردار نگاری	غلام محمد انصاری	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۰ء
انیسویں صدی کے اردو تذکروں کا تنقیدی معیار	خواجہ محمد اکرام الدین	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۰ء
آزادی کے بعد اردو و ہندی افسانوں کا تنقیدی مطالعہ	شکیل احمد خان	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۰ء
عصمت چغتائی اور کرشن سوبتی کے افسانوں میں عورتوں کے مسائل (تقابلی مطالعہ)	محمد احسان	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۰ء
انیسویں صدی کی اردو نثر پر ادبی تحریکوں کے اثرات	محمد اصغر	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۰ء
جدید اردو شاعری میں مناظر فطرت کی عکاسی (انجمن پنجاب کے قیام سے ۱۹۵۰ء تک)	محمد طفیل آزاد	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۰ء
اردو ناولوں میں حیات کے تجربے: ایک تنقیدی مطالعہ	محمد نور الحق	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۰ء
اردو میں منظوم کہانی: ایک تنقیدی مطالعہ	محمد سمیع الرحمٰن	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۰ء
اردو ادب پر ہندوستانی فلم کے اثرات ۱۹۵۰ تا ۱۹۷۰	مفتی ایم ایس ایچ حبیبی	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۰ء
الکٹرانک میڈیا اور اردو (دوردرشن کے حوالے سے)	آسیہ راحت	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۱ء
احمد ندیم قاسمی کے افسانے: ایک تنقیدی مطالعہ	انظر عالم	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۱ء
دہلی میں اردو صحافت کی تاریخ ۱۸۰۱ تا ۱۹۴۷	آصف علی	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۱ء
انتظار حسین کے افسانوں کا تنقیدی مطالعہ	محمد بدیع الزماں	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۱ء
نیپالی زبان و ادب پر اردو کے اثرات	حسین احمد	نصیر احمد خاں	۱۹۹۱ء
اکبر الہ آبادی کی شاعری کی تہذیبی معنویت	کلیم الدین خاں	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۱ء
مطالعات میر کا تنقیدی مطالعہ	محمد محفوظ خان	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۱ء
آزادی کے بعد کے اردو افسانوں میں دیہی زندگی کی عکاسی	مناظر اسد	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۱ء

دہلی میں اردو سوانح نگاری کی روایت	محمد فیروز عالم	ڈاکٹر اشفاق محمد خان	۱۹۹۱ء
آزادی کے بعد جدید اردو ڈرامہ :ایک تنقیدی مطالعہ	محمد شاہد رضا جمالؔ	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۱ء
اردو افسانے میں سماجی احتجاج	سحیم احمد	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۱ء
قومی یکجہتی اور جنسی مساوات کی روشنی میں اردو زبان و ادب کی نصابی کتب: تعین و قدر	سید پرویز احمد	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۱ء
مجنوں گورکھپوری کی تنقیدات کا تنقیدی مطالعہ	سید مشیر عالم	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۱ء
عہد سرسید کے نثری اسالیب: تجزیاتی مطالعہ	محمد شمس اقبال	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۱ء
عزیز احمد کی ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ	عبدالمبین	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۱ء
اردو ناول ۱۹۶۰ء کے بعد سیاسی و سماجی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ	محمد خورشید عالم	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۱ء
بیدی کے افسانوں کا فکری و فنی مطالعہ	غلام سرور	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۲ء
حیات اللہ انصاری کے فکشن میں امیجک کشمکش	محمد جمیل اختر	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۲ء
اردو فکشن میں تہذیبی اجتماع	سید معصوم رضا	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۲ء
اردو میں مقبول ادب ایک تنقیدی مطالعہ :خواجہ احمد عباس کے خصوصی حوالے سے	کلیم اللہ	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۲ء
اردو میں علمی نثر ایک تنقیدی جائزہ، عابد حسین محمد مجیب اور غلام السیدین کے خصوصی حوالے سے	محمد قمر الہدیٰ	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۲ء
اردو افسانے میں سیکولرزم کا تصور	محمد شہنواز عالم	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۲ء
اردو شاعری میں جنگ آزادی :ایک تنقیدی مطالعہ ۱۹۱۸ تا ۱۹۴۷ء	محمد تبریز عالم	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۲ء
فراق کی شاعری کا جمالیاتی نقطہ نظر سے مطالعہ	محمد حارث صدیقی	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۲ء
اردو ادب میں متنی تشریح (اطلاق) کی روایت	محمد آصف ظہری	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۲ء
جدید نثری اصناف میں انقلاب	شاہد اختر انصاری	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۲ء
اردو افسانوں میں حاشیے کے کردار (سماجی تناظر میں)	ـ	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۲ء
فرہنگ کلیات ذوق	سید خلیق الزماں	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۲ء
احیائیت اور اردو ہندی ادب (۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۷ء)	اعجاز احمد	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۲ء
آزادی کے بعد ردو ہندی ناولوں میں سماجی اجتماع	عرفان الہدیٰ	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۲ء
انیسویں صدی کے اودھ میں اردو ناول :ایک تنقیدی مطالعہ	ظفر اسلم	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۲ء
عصمت چغتائی کے افسانوں کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ	واصیہ عرفانہ	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۲ء
اٹھارہویں صدی میں دہلی کی سماجی و سیاسی زندگی اور اردو ادب ایک تنقیدی مطالعہ	عتیق آر صدیقی	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۲ء
تہذیبی تبدیلی نذیر احمد کے ناول کے تناظر میں ایک مطالعہ	عبدالقیوم	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۳ء
مشتاق احمد یوسفی کی طنز و ظرافت نگاری :ایک تنقیدی مطالعہ	آفتاب احمد	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۳ء

اردو کلاسیکی غزل کے بدلتے اسالیب (بیسویں صدی نصف اول تک)	محمد اشرف جمال	ڈاکٹر شارب ردولوی	۱۹۹۳ء
نذیر احمد کی غیر افسانوی تحریروں میں فکری رویہ	محمد ارشد اقبال	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۳ء
اردو افسانے میں تنقیدی شعور (جدیدیت کے زیر اثر)	محمد عتیق الرحمٰن	ڈاکٹر اشفاق محمد خاں	۱۹۹۳ء
اردو افسانوں میں سماجی حقیقت نگاری (آزادی کے بعد)	محمد ایوب	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۳ء
اردو ادب کی نشاۃ ثانیہ اور شبلی	محمد ظفر احراری	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۳ء
محمد حسین آزاد کی نظم نگاری :ایک تجزیاتی مطالعہ	محمد رضوان علی	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۳ء
جدید اردو شاعری (۱۸۵۷ تا ۱۹۶۰) کی سیاسی معنویت :ایک مطالعہ	محمد شاکر حسین	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۳ء
اردو شاعری کی تنقیدی اصطلاحات	ظہیر علی خاں (ظہیر رحمتی)	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۳ء
اردو زبان اور ٹیلی ویژن کی زبان ایک مطالعہ	فیروز احمد	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۳ء
شوکت صدیقی کے ناولوں کا سماجی و سیاسی تناظر میں مطالعہ	ابوالکلام	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۳ء
ریاست رامپوری کی علمی و ادبی خدمات	محمد ریحان خان	--	۱۹۹۳ء
بیان میرٹھی کے دیوان کی تدوین مع مقدمہ	ارجمند آرا	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۴ء
اردو میں متنی تنقید	سیف الرحمٰن	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۴ء
ہجویات سودا کا سماجی مطالعہ	محمد سہیل انور	ڈاکٹر شارب ردولوی	۱۹۹۴ء
Emerging Trends in Electronic Media :A study of Urdu & Hindi Programmes	طارق اقبال صدیقی	ڈاکٹر شارب ردولوی	۱۹۹۴
اردو غزل میں ہیئت و مواد کی تبدیلی ۱۹۳۶ء کے بعد	راشد انور	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۴ء
اردو تاریخی ناول کے پیچھے سیاسی و سماجی محرکات	احمد خان	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۵ء
اردو کے رومانی افسانہ نگار: تنقیدی مطالعہ (۱۹۰۰ء تا ۱۹۵۰ء)	شاہ طارق	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۵ء
پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی خدمات: تنقیدی مطالعہ	دیوان منان خاں	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۵ء
اردو ناول میں انقلابی کردار (کردار نگاری)	فیروز عالم	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۵ء
ہندوستانی نکڑ ناٹک اور اس کے سماجی متعلقات	محمد کاظم	ڈاکٹر اسلم پرویز	۱۹۹۵ء
اردو میں غیر افسانوی نثر کا ارتقاء آزادی کے بعد	راشد احمد	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۵ء
ابتدائی اردو تنقید پر عربی شعریات کے اثرات	عبدالمتین	ڈاکٹر شارب ردولوی	۱۹۹۵ء
جدید اردو شاعرات پر فیمنزم کے اثرات (۱۹۴۷ تا ۱۹۶۰)	ابوالکلام مسرور الہادی	انوار عالم پاشا	۱۹۹۶ء
جدید اردو تحقیق پر قاضی عبدالودود کی تنقید کے اثرات	محمد علاء الدین خان	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۶ء
عہد امیر خسرو اور خسرو سے منسوب ہندوی کلام: ایک تنقیدی مطالعہ	محمد ارشاد احمد	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۶ء
دیوان غالب (اردو) کے انگریزی تراجم کا تنقیدی مطالعہ	جمیل احمد	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۶ء
قاضی عبدالستار کے تاریخی ناولوں میں ہیرو کا تصور	شہزاد ابراہیمی	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۶ء

اردوافسانے میں احتجاج کی روایت ۱۹۳۶ء کے بعد	شریف الدین	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۶ء
آزادی کے بعد اردو اور ہندی کے سیاسی ناولوں کا تقابلی مطالعہ	سورج دیو سنگھ	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۶ء
Struggle for Culture Hegemony: A Study of Urdu Hindi Literatures in the half of the 19th century	دویش	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۶ء
بلونت سنگھ کی تخلیقات میں پنجابی معاشرے کی عکاسی: ایک تنقیدی جائزہ	طیب علی خاں	انوار پاشا	۱۹۹۶ء
جیلانی بانو کے افسانوں کا سماجی و تہذیبی مطالعہ	مشرف علی	انوار پاشا	۱۹۹۷ء
کیفی اعظمی کی شاعری کا فکری و فنی تجزیہ	محمد عبدالوفا	انوار پاشا	۱۹۹۷ء
مغرب کے مہجری اردو افسانے اور شناخت کا مسئلہ	خالد رحمان خاں	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۷ء
ابن انشا کی تخلیقات میں عصری و سماجی حسیت: ایک تجزیاتی مطالعہ	طارق اکبر	ڈاکٹر انوار پاشا	۱۹۹۷ء
اردو خود نوشت نگاری کا معاشرتی زندگی کی طرف رویہ: آزادی کے بعد	محمد ہارون راشد	ڈاکٹر محمد شاہد حسین	۱۹۹۷ء
۱۹۸۰ء کے بعد اردو ناولوں میں سماجی مسائل (ہندوستانی ناولوں کے تناظر میں)	فہیم احمد	ڈاکٹر انوار پاشا	۱۹۹۷ء
اختر الایمان کی شاعری کا فکری مطالعہ	رضی احمد	ڈاکٹر مظہر حسین	۱۹۹۷ء
ہجرت اردو افسانے میں (قرۃ العین حیدر اور انتظار حسین کے خصوصی حوالے سے)	خان شاہد وہاب	ڈاکٹر انوار پاشا	۱۹۹۷ء
اردو کی سیاسی شاعری میں ادبی انقلاب ۱۹۰۰ء سے ۱۹۵۰ء	پرویز احمد	صدیق الرحمٰن قدوائی	۱۹۹۷ء
عوامی ذرائع ترسیل میں غالب کا عکس (ڈرامہ فلم اور ٹی وی سیریل کی روشنی میں)	محمد ضیاء الحق انصاری	ڈاکٹر انوار پاشا	۱۹۹۷ء
۱۹۷۰ء کے بعد کی اردو شاعری میں سماجی اور سیاسی مسائل کی عکاسی	محمد شفیق عالم	ڈاکٹر محمد شاہد حسین	۱۹۹۷ء
قرۃ العین حیدر کے فکشن میں تانیثیت: ایک تجزیاتی مطالعہ	عزیز الرحمٰن	ڈاکٹر انوار پاشا	۱۹۹۸ء
نو آبادیاتی ذہنیت کا ادبی رد عمل	ابو ظہیر ربانی	ڈاکٹر انوار پاشا	۱۹۹۸ء
اردو میں شاعری کی تنقید حالی کے بعد	محمد سرور الہدیٰ	ڈاکٹر نصیر احمد خاں	۱۹۹۹ء
۱۹۸۰ء کے بعد اردو و ہندی ناولوں کے خاص رویے: ایک تجزیاتی مطالعہ	محمد اظہار احمد	ڈاکٹر انوار پاشا	۱۹۹۷ء
سجاد ظہیر اور ہندوستانی ترقی پسند تحریک	نجمہ ظہیر باقر	شارب ردولوی	۱۹۹۷ء

پتہ :259، تاپتی ہوسٹل، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دھلی. 110066

◆◆

کتاب قومی حیات کی ضمانت کے ساتھ ساتھ انسانی ورثہ کے تسلسل کی بھی ضمانت ہے۔

شخصیات

ڈاکٹر نجم الاسلام (مرحوم)

از: محمد راشد شیخ

جمعہ ۱۶ر فروری کی رات حیدر آباد سے برادرم رفیق احمد خاں (استاد شعبہ اردو جامعہ سندھ) کا فون آیا اور یہ افسوسناک خبر اعصاب پر بجلی کی طرح گری کہ سابق صدر شعبہ اردو جامعہ سندھ و مدیر مجلّہ "تحقیق" ڈاکٹر نجم الاسلام ہم میں نہیں رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ڈاکٹر صاحب ۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء کو حسب معمول نماز فجر کے بعد لطیف آباد نمبر ۶ میں واقع اپنے گھر میں مطالعے میں مصروف تھے کہ دورہ قلب کے نتیجے میں ہم سے اتنی دور چلے گئے جہاں جلد یا بدیر سب ہی کو جانا ہے۔

جن لوگوں نے ڈاکٹر صاحب مرحوم سے کبھی زندگی میں خواہ ایک بار ہی ملاقات کی ہو، وہ شہادت دیں گے کہ ایسی علم دوست، دیندار، سادگی پسند اور مہمان نواز شخصیتوں سے ہمارا معاشرہ خالی ہوتا جارہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے مل کر ذہن میں جو پہلا تاثر پیدا ہوتا تھا وہ آپ کی بلند اخلاقی اور شرافت نفس کا تھا اور یہی وہ شرافت اور اخلاق تھا جس کی انہوں نے قیمت بھی ادا کی۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارا معاشرہ جس اخلاقی پستی تک پہنچ گیا ہے وہاں ایسے شریف اور بااصول اساتذہ کے لیے مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے مردانہ وار ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا مگر علم کی شمع کو کبھی بجھنے نہ دیا۔ جامعہ سندھ شعبہ اردو کے مجلّہ "تحقیق" کا آغاز ڈاکٹر صاحب ہی نے ۱۹۸۶ء میں شعبہ جاتی مجلّے کے طور پر کیا تھا۔ کچھ ہی عرصے میں اس کے اعلیٰ معیار اور ڈاکٹر صاحب کی محنت کی بدولت علمی دنیا میں "تحقیق" نے اپنا وقار قائم کرلیا اور برصغیر پاک و ہند کے نامور فضلا کا قلمی تعاون حاصل کرلیا۔ اس مجلّے کے گزشتہ شمارے ہزار ہزار صفحات سے زائد ضخامت رکھتے ہیں۔ ان دو شماروں میں ڈاکٹر صاحب نے منسوبات کی تحقیق سے متعلق جتنا مواد جمع کردیا ہے وہ کہیں یکجا دستیاب نہیں۔ اس مجلّے کے مستقل لکھنے والوں میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلہ، ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ڈاکٹر نذیر احمد و دیگر فضلائے عصر شامل ہیں۔ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ حیدر آباد میں اب نہ تو ایسی علمی شخصیات موجود ہیں اور نہ ہی نادر کتب خانے مگر یہ صرف ڈاکٹر صاحب کی محنت اور لیاقت تھی کہ "تحقیق" جیسا معیاری مجلّہ شائع کیا۔ اس طرح کا برصغیر کے کسی اور جامعہ میں مجلّہ موجود نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے علمی اشتغال کا یہ عالم تھا کہ دن رات کسی ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا کئے بغیر تحقیق کے لیے محنت کرتے۔ فرماتے تھے کہ "جب رات کو آنکھ کھل جاتی ہے تو اپنے کمرے میں آکر تحقیق کے لیے کام کرتا ہوں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔" کس قدر افسوس کی بات ہے کہ لاکھوں کے شہر حیدر آباد میں اب کوئی شخص نظر نہیں آتا جو ڈاکٹر صاحب کے بعد "تحقیق" کو اسی معیار پر جاری رکھ سکے۔

راقم الحروف کا ڈاکٹر صاحب سے غائبانہ تعارف برسوں سے تھا اور ابتدائے عمری کے پندرہ برس ڈاکٹر صاحب کی جائے اقامت کے نزدیک ہی قیام رہا مگر باقاعدہ تعارف تقریباً سات برس قبل ہوا۔ پہلی ملاقات ہی میں ڈاکٹر صاحب کی سادگی، شرافت، پرہیز گاری اور بلند اخلاقی کا گہرا تاثر قائم ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کی رہائش کے نزدیک ہی جامع مسجد واقع ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو جب بھی دیکھا گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر پہنچ کر کتابوں کے درمیان علمی کاموں میں مصروف پایا۔ معلوم ہوتا تھا کہ

علم ہی ڈاکٹر صاحب کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اوائل عمری سے ہی علمی اشتغال میں مصروف ہو چکے تھے۔ آج سے نصف صدی قبل میرٹھ سے نکلنے والے ادبی پرچے "معیار" کی ادارت ڈاکٹر صاحب نے اپنے ہاتھ میں لی تھی اور ۱۹۵۴ء میں اس پرچے کا یادگار "تنقید نمبر" بھی شائع فرمایا۔ یہ خاص نمبر ۱۹۹۵ء میں "معیار" کے اشاریے کے ساتھ حیدر آباد سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر نجم صاحب کو اپنے نامور استاد حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلہ کا مکمل تعاون اور اعتماد حاصل تھا۔ حضرت کی ہی زیر نگرانی ڈاکٹر صاحب نے "دبستان دلی کی نثر" کے عنوان سے مقالہ علمیہ لکھا اور ۱۹۶۹ء میں Ph.D کی ڈگری جامعہ سندھ سے حاصل کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب شعبہ اردو جامعہ سندھ سے وابستہ ہوگئے اور تاوقت آخر شعبہ سے تعلق برقرار رکھا۔ ڈاکٹر صاحب کے علمی کاموں میں آپ کے مقالات کا مجموعہ "مطالعات" اور منتخب فارسی اشعار کے منظوم تراجم پر مشتمل مجموعہ "دو آہنگ" شامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ایام طالب علمی میں جن جن معروف شخصیات سے ملاقاتیں رہیں ان کا ذکر بڑی محبت سے فرماتے تھے۔ راقم نے متعدد مرتبہ آپ کی زبان لاہور کے معروف تاجر کتب نادرہ مولوی شمس الدین مرحوم کا ذکر خیر سنا۔ ڈاکٹر صاحب، مولوی صاحب کی محبت اور علمی سرپرستی کے واقعات بڑے والہانہ انداز سے بیان فرماتے۔ متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی پسند کی نادر کتابیں مولوی صاحب انتہائی کم قیمت پر یا بلا قیمت دے دیتے اور فرماتے کہ ابھی تم طالب علم ہو، جب کمانے لگو تو رقم دے دینا۔ مولوی صاحب مرحوم کا یہ رویہ تقریباً تمام کے ساتھ تھا۔ افسوس ہے آج پاکستان میں تاجر کتب تو بہت ہیں مگر مولوی شمس الدین مرحوم جیسا کوئی نہیں۔

راقم نے کبھی ڈاکٹر صاحب کی زبان سے کوئی ہلکا یا اخلاق سے گرا ہوا لفظ نہ سنا۔ آپ کی پاکیزہ شخصیت کی جھلک آپ کی گفتگو میں بھی محسوس ہوتی۔ جو بات دل میں ہوتی وہی زبان پر۔ اگر کسی شخص پر تنقید بھی کرتے تو اسی شریفانہ اور علمی انداز سے۔ راقم الحروف گزشتہ برسوں اپنی کتاب "تذکرہ خطاطین" کی تیاری کے دوران متعدد مرتبہ حاضر خدمت ہوا اور کئی معاملات میں آپ سے رہنمائی حاصل کی۔ جب کتاب طبع ہو چکی تو ایک نسخہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بھی پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب کتاب کے عمدہ معیار سے بے حد خوش تھے۔ چنانچہ آپ نے "تحقیق" کے شمارہ نمبر ۱۳۔۱۲ (موجودہ شمارہ) میں کتاب پر تبصرہ لکھا اور راقم کی ان الفاظ میں حوصلہ افزائی فرمائی۔

"اسے (تذکرہ خطاطین کو) گزشتہ چند برسوں میں پاکستان سے شائع ہونے والی چند خوبصورت ترین کتابوں میں شامل کیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ مولف نے کتاب خوش ذوقی سے مرتب کی ہے اور طابع کے اعلیٰ معیار کے ساتھ طبع کی ہے۔

مولف کتاب جناب محمد راشد شیخ پیشے کے لحاظ سے انجینئر ہیں۔ فن خطاطی سے خاص دلچسپی ہے۔ وہ فن کی تاریخ سے بخوبی واقف ہیں اور عملاً اس فن میں مہارت بھی رکھتے ہیں، بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کتاب مرتب کرتے وقت حصول معلومات کے لیے کیا کچھ محنت کی ہے اور تحقیق کے تقاضوں کو کس قدر جاں فشانی سے پورا کیا ہے۔ اس کامیاب پیش کش پر مولف اور طابع و ناشر کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے۔"

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب اب وہاں جا چکے ہیں جہاں ہم سب کو بالآخر جانا ہے۔ ان جیسے علم، اخلاق، خلوص، مہمان نوازی اور اعلیٰ کردار کے اساتذہ اب خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ جو یہاں آیا ہے بالآخر اسے جانا ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ حیدر آباد شہر میں علم کی جو شمع حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ نے تقریباً نصف صدی قبل جلائی تھی اور جسے ڈاکٹر نجم الاسلام نے تمام عمر فروزاں رکھا، اب اس کام کو آگے بڑھانے والی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

پتہ: B-108، الفلاح ہاؤسنگ پروجیکٹ، ملیر ہالٹ، کراچی 75210

پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی

از: ضیاء الدین اصلاحی☆

یہ خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا کہ ۴؍مارچ ۲۰۰۱ء کو پروفیسر محمد یونس نگرامی کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ادھر مہینوں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، لکھنؤ آنے جانے والوں سے ان کی علالت کی خبر ملتی تھی مگر یہ خیال نہیں تھا کہ وہ اتنی جلد رخت سفر باندھ لیں گے۔

ان کی پیدائش لکھنؤ ضلع کے مردم خیز قصبہ نگرام میں ۱۹۴۱ء میں ہوئی تھی، ان کا خاندان علمی و دینی شخصیت سے ممتاز تھا، درس و تدریس، تالیف و تصنیف اور وعظ و ارشاد اس کا طرۂ امتیاز تھا۔ ان کے والد مولانا محمد ادریس نگرامی ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ التفسیر تھے۔ وہ دارالمصنفین کے رفیق اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کے محبوب تلامذہ میں تھے، ان کی صحبت میں مولانا کے تفسیر و قرآنیات کے ذوق کو بڑی جلا ملی، بعد میں وہ دارالمصنفین کی مجلس عاملہ کے رکن بھی ہوئے۔

پروفیسر محمد یونس نگرامی نے اپنے والد ماجد کے زیر سایہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم پائی، پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ گئے، لکھنؤ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی، پہلے یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں لکچرر اور اب کئی برس سے پروفیسر ہوگئے تھے۔

ان کا تحقیقی مقالہ "ہندوستان میں عربی زبان وادب" کے موضوع پر تھا، ان کی دوسری کتب ورسائل کے نام یہ ہیں: تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ، خیالات، مثالی خواتین، نماز کیسے پڑھیں، تذکرہ مولانا محمد اویس نگرامی، تقدس حج، خلیجی جنگ وغیرہ۔

ندوہ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم پانے کی وجہ سے عربی لکھنے کی ان کو اچھی مشق ہوگئی تھی، ندوۃ العلماء کے جریدہ الرّائد میں "نافذة على الهند" (ہندوستان کے دریچے سے) کا مستقل کالم ان ہی کے قلم سے ہوتا تھا البعث الاسلامی میں بھی ان کے مضامین چھپتے تھے، ان کی عربی زبان وادب کی خدمات کے اعتراف میں انہیں ۱۹۹۲ء میں صدارتی ایوارڈ تفویض کیا گیا تھا۔

لکھنؤ کے اکثر علمی و تعلیمی اداروں کے رکن تھے اور ندوۃ العلماء کی مجلس عاملہ انتظامی کے بڑے سرگرم ممبر تھے، ان کا حلقہ اثر بڑا وسیع تھا، علماء و مشائخ سے بھی تعلق رکھتے تھے اور قومی وسیاسی رہنماؤں سے بھی۔ مولانا علی میاںؒ سے برابر عقیدت مندانہ تعلق رہا۔ ان کے اثر و رسوخ سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا تھا۔

وہ دو بار اتر پردیش اردو اکادمی کے چیئرمین رہے، اس زمانے میں انہوں نے اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے متعدد شبینہ اسکول قائم کیے، ان سے قبل اکادمی کے سیمینار اور انعامات ایک خاص طرح کے ادیبوں اور یونیورسٹی کے اساتذہ ہی کے لیے مخصوص رہتے تھے، مگر انہوں نے اکادمی کا سب سے بڑا ایوارڈ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو دلایا، اسی طرح مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولانا حکیم سید عبدالحی پر سیمینار کرایا اور نکتہ چینیوں کی پروا نہیں کی۔

پروفیسر محمد یونس نگرامی کی شہرت ہندوستان ہی تک محدود نہیں تھی، وہ دنیائے اسلام میں بھی متعارف تھے، رابطہ عالم اسلامی نے ہندوستان میں ان کو اپنا مشیر بنایا، اس کی وجہ سے انہوں نے کئی اسلامی ممالک اور کولمبو، ٹوکیو، لندن اور امریکہ کے سفر کیے۔

آل انڈیا مسلم انٹلکچول قائم کیا، جس کے زیر اہتمام انہوں نے حرمین شریفین کے تحفظ و تقدس، مسجد اقصیٰ کی بازیابی اور کویت پر عراق کے حملے کی مذمت کے لیے سیمینار کرائے۔

ان کی سفارش پر رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے متعدد لوگوں کو حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی، اس ناچیز سے بھی وہ بڑا تعلق رکھتے تھے اور ان ہی کی بدولت مجھے

بھی یہ زریں موقع ملا۔

گزر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

پروفیسر یونس نگرامی کے خاندان میں وعظ و ارشاد، اصلاح معاشرت، شرک و بدعت اور غلط رسموں کے انسداد کے لیے جو کوششیں عرصے سے ہو رہی تھیں۔ انہوں نے بھی اس روایت کو باقی رکھا، بعض نئے مدارس و مکاتب قائم کئے اور بعض پرانے مدارس کو نئی زندگی بخشی۔ وہ اصلاح معاشرت کے جلسوں میں بھی شریک ہوتے اور اس کے لیے لکھنؤ، سلطان پور، بارہ بنکی اور رائے بریلی کے ان گاؤں کا سفر کرتے جہاں ان کے والد مرحوم جایا کرتے تھے۔

پروفیسر محمد یونس صاحب بڑے متحرک اور فعال آدمی تھے، ابھی ان کی عمر زیادہ نہیں تھی مگر انہوں نے بہت سے مفید اور اہم کام انجام دئے، ان سے بڑی توقعات وابستہ تھیں، مگر خدا کی مشیت و مصلحت سب پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت نعیم اور پسماندگاں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!! □□

☆مدیر، معارف، اعظم گڑھ، یو۔پی

قرآنی عربی

قرآن کریم کے ذریعے بنیادی عربی کی تعلیم

Towards Understanding **Qur'anic Arabic** (Birmingham)

کا اردو ایڈیشن

عربی زبان کو انتہائی کم عرصے میں سیکھنے کا بہترین سائنٹفک ذریعہ

مصنف: ڈاکٹر محمد ابراہیم حافظ اسمٰعیل سورتی

استاذ شعبہ اسلامیات، سیلی اوک کالج، برمنگھم، برطانیہ

صفحات: 488 قیمت: =/150 روپے (Paperback)

Hard Bound with softjacket =/225روپے

80 جی ایس ایم سفید میپ لیتھو کاغذ پر دیدہ زیب طباعت

کتاب کے بارے میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی رائے

"مجھے یقین ہے کہ عربی سیکھنے کے خواہش مند طلباء کے لیے یہ کتاب یقیناً بڑی کارگر ثابت ہوگی۔"

رابطہ:

Applied Publications. Pvt. Ltd. 1739/3 (Basement)
New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Darya Ganj,
New Delhi-110002 Ph:3289268

وفیات
OBITUARIES

کالی داس گپتا رضا

مشہور ماہر غالبیات اور اردو کے ممتاز محقق کالی داس گپتا رضا کا اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا۔ یہ جانکاری پروفیسر گوپی چند نارنگ وائس چیئرمین قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے ٹیلی فون پر دی۔ انہوں نے یہ کہا کہ ۲۰ مارچ ۲۰۰۱ء کو جب وہ راشٹر پتی بھون میں اعزازات کی تقریب میں شرکت کے لیے دہلی تشریف لائے ہوئے تھے تو ہوٹل میں ان پر شدید دل کا دورہ پڑا جس سے وہ جاں بحق ہوگئے۔

کالی داس گپتا رضا کی پیدائش ۲۵ اگست ۱۹۲۵ء میں ضلع جالندھر، پنجاب میں ہوئی تھی۔ ان دنوں ان کا قیام ممبئی میں تھا۔ شروع ہی سے انہیں شعر کہنے کا ملکہ تھا اور وہ جوش ملسیانی کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ بعد میں وہ جنوبی افریقہ میں برسوں کاروبار کے سلسلے میں مقیم رہے۔ منشی فاضل اور سینئر کیمبرج بیرسٹری وغیرہ کے امتحانات انہوں نے اسی زمانے میں پاس کیے۔ ہندوستان آنے کے بعد انہوں نے ممبئی کو اپنا مستقر بنایا اور رفتہ رفتہ غالبیات میں اس قدر دلچسپی لی کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں ان کا شمار صف اول کے ماہرین غالبیات میں کیا جاتا تھا۔ آنجہانی رضا کی مطبوعات کی تعداد ۳۰ سے زائد ہے جن میں ۸ شعری مجموعے بھی شامل ہیں۔ غالبیات پر ان کی کتابوں کی تعداد تقریباً دو درجن ہے۔ انہوں نے چکبست اور جوش ملسیانی پر بھی تحقیقی کام کیا۔ قومی اردو کونسل برائے فروغ اردو زبان کے لیے فراق گورکھپوری کی کلیات مرتب کر رہے تھے۔ غالبیات میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ 'دیوان غالبیات کامل' کی ترتیب و تدوین ہے جس میں انہوں نے غالب کے اردو کلام کو بہ لحاظ زمانہ تخلیق ترتیب دیا ہے۔ ان کا یہ تحقیقی کام دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ دو برس پہلے انہیں مجلس فروغ اردو، قطر کی جانب سے سب سے بڑا ادبی ایوارڈ دیا گیا۔ حکومت ہند کی طرف سے ان کی ادبی خدمات پر پدم شری کے اعزاز کا اعلان بھی یوم جمہوریہ پر ہوا تھا۔■

(نئی دہلی ۲۲ مارچ۔ یو این آئی)

ضیا حسنی

جناب غلام مرتضیٰ راہی (فتح پور) کی اطلاع کے مطابق فتح پور کے معروف اردو افسانہ نگار اور انشا پرداز جناب ضیاء حسنی کا ۲۶ مارچ ۲۰۰۱ء کو سہ پہر میں انتقال ہوگیا۔

ضیاء حسنی صاحب اردو زبان و ادب پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے۔ ان کے افسانوں کے کئی مجموعے شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکے ہیں۔ انہیں اتر پردیش اردو اکادمی کا انعام بھی مل چکا ہے۔■

انور ہاشمی

اردو کے مشہور و ممتاز صحافی اور شاعر جناب انور ہاشمی کا ۲۹ مارچ ۲۰۰۱ء کی صبح ان کے مکان پر ہی انتقال ہوگیا۔ وہ کافی عرصے سے علیل تھے۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو لڑکیاں اور چھ لڑکے شامل ہیں۔ انور ہاشمی صاحب ۱۹۵۴ء سے ہفتہ وار "شاہکار" شائع کر رہے تھے اور مختلف انجمنوں اور تحریکوں سے بھی وہ وابستہ رہے تھے۔ اپنے اخبار کے خصوصی شہادت نمبر اور بعض نمبر کی تیاریاں علالت کے باوجود کر رہے تھے۔

مرحوم ایک نڈر اور بیباک صحافی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے انتقال سے دنیائے صحافت میں ایک خلا پیدا ہوگیا ہے۔ وہ اردو کے ایک سچے خادم اور نامور شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔■

(بشکریہ: ہماری زبان اردو)

مولوی محمد شبیر ندوی

ذی الحجہ ۵ اور ۶ر (مطابق ۲ر مارچ ۲۰۰۱ء) کی درمیانی شب میں نصف شب کے بعد مولوی محمد شبیر صاحب ندوی اپنی زندگی کے ایام پورے کر کے دنیا سے رخصت ہوئے، مرحوم مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ برسہا برس سے تلاوت و مناجات صبح گاہی کے پابند رہے۔ سادہ لیکن صاف ستھری اور بااصول اور باوضع زندگی گزاری۔ ۱۹۴۳ء میں فراغت سے چند ماہ پہلے ایک ناگوار حادثۂ اسٹرائک میں دارالعلوم سے جدا ہوئے اور مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین خاں نے ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں سرپرستی کی اور تاحیات اسی دیار کے ہو کر رہے۔ بعد نماز جمعہ جامعہ قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ باوجود ندوے سے باہر رہنے کے ندوے کا تعلق قائم رکھا۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کی خدمت دل و جان سے اور انتہائی دیانتداری کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ جس شعبہ کے ذمہ دار بنائے گئے اس کا حق دل و جان سے ادا کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب ندوے کے پچاس سالہ جشن کو منانا طے کیا گیا تو حضرت مولاناؒ کی نظر شبیر صاحب پر گئی اور دو مہینہ چھٹی لے کر وہ انتظامی امور میں دل و جان سے لگ گئے۔ کانفرنس کا ڈائس صرف اپنی تنہا رائے اور ڈیزائن سے ایسا تیار کرایا کہ بہت سے تجربہ کار انجینئروں نے اس کا اعتراف کیا۔

مرحوم نے اپنے پسماندگان میں اپنی رفیقۂ حیات اور دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں اور سبھوں کو اخلاص عمل، جدوجہد، اور حلال روزی حاصل کرنے کی تربیت دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی ہر طرح سے مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔ مرحوم جامعہ ملیہ اسلامیہ اور اپنی ذات سے متعلق بہت سچائی اور ایمانداری کے ساتھ چند مقالات لکھے تھے جن کو مجلس علمی نئی دہلی نے شائع کیا تھا۔ وہ جامعہ ملیہ کو جس کی خدمت میں پوری زندگی گزاری "دیار شوق" کہتے تھے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی تاریخ کے چند اوراق اسی نام سے مرتب کئے گئے ہیں جس میں ندوے کے ادبی ماحول کا بھی اثر ہے اور لائق مطالعہ کتاب ہے۔ ■

(بشکریہ: تعمیر حیات، لکھنؤ)

انجم رومانی

پاکستان کے بزرگ شاعر انجم رومانی گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ انجم رومانی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پنجابی نژاد تھے مگر ساری زندگی انہوں نے پنجابی نہیں بولی اردو سے ان کی محبت بے مثال تھی۔ انجم رومانی شہرت بخاری، ناصر کاظمی اور احمد مشتاق جیسے اہل قلم کے قریبی دوستوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ مرحوم سہل ممتنع میں بہت کمال کی غزل کہتے تھے۔ پاکستان میں ان کا یہ شعر اکثر لوگوں کے ذہن میں محفوظ ہے:

دل سے اٹھتا ہے صبح و شام دھواں
کوئی رہتا ہے اس مکاں میں ابھی

اسی طرح یہ شعر بھی مرحوم کی یادگار ہے۔

مزدور کارخانہ قدرت تھا آفتاب
دن کا تھکا ہوا تھا سر شام سو گیا ■

(بشکریہ: انقلاب ممبئی)

صابر کمال

جناب رشید الدین کی اطلاع کے مطابق اردو کے مشہور شاعر اور ادیب جناب صابر کمال کا ۷ر مارچ ۲۰۰۱ء کی صبح ایک پرائیویٹ نرسنگ ہوم میں انتقال ہو گیا۔ انہیں دماغ کا ٹیومر تھا جس کا آپریشن کیا گیا تھا۔ آپریشن کامیاب رہا اور انہیں ہوش بھی آگیا تھا اور وہ بات چیت کر رہے تھے لیکن پھر سانس کی شکایت پیدا ہو جانے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر تقریباً ۶۵ سال تھی۔ صابر کمال صاحب جامعہ عثمانیہ کے درجہ اول میں ایم اے (اردو) تھے۔ ان کی نثر کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں "آندھرا پردیش کے آئی ایس آئی آفیسر س"، "جوش کی یادوں کی برات کا تنقیدی جائزہ" اور "گیارہ آصف جاہی فرماں روا" شامل ہیں۔ وہ شاعر بھی تھے اور جوش ملیح آبادی کے شاگرد تھے۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ اور ایک لڑکا ارشاد احمد شامل ہیں۔ صابر کمال صاحب بہت مخلص اور دوست نواز تھے۔ تاحال ان کا کوئی شعری مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ ■

(بشکریہ: ہماری زبان، نئی دہلی)

قاری عبدالغفور

سہارنپور کی مشہور علمی شخصیت، عربی اور فارسی کے عالم اور شاعر قاری عبدالغفور صاحب رحلت فرما گئے۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ تدفین گزشتہ شب حضرت گوٹے شاہ کے قبرستان میں ہوئی۔ اس موقع پر شہر کی سرکردہ شخصیات موجود تھیں۔ مرحوم کے پسماندگان میں دو بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔

بڑے بیٹے اردو صحافی ایم ودود ساجد اردو روز نامہ راشٹریہ سہارا میں سب ایڈیٹر ہیں۔ مرحوم قاری عبدالغفور صاحب علمی حلقوں میں عربی اور فارسی کے عالم اور کہنہ مشق شاعر تھے اور "بزم فارسی" کے بانیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اس بزم کے ذریعہ وہ نئی نسل میں فارسی کے ذوق کو پروان چڑھانے میں آخر تک کوشاں رہے۔ ■

(بشکریہ: راشٹریہ سہارا، نئی دہلی)

صادق علی

تمل ناڈو اور مہاراشٹر کے سابق گورنر اور ممتاز گاندھیائی صادق علی کا دہلی میں انتقال ہو گیا۔ وہ ۹۳ سال کے تھے۔

مسٹر صادق علی کو ۱۷ر اپریل کی صبح آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس میں داخل کرایا گیا تھا جہاں داخلہ کے کچھ ہی دیر بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ پسماندگان میں صرف ان کی اہلیہ "شانتی" ہیں۔ معمر رہنما کے جسد خاکی کو اودے پور لے جایا گیا جہاں ان کے آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ مسٹر علی اپریل ۱۹۷۷ء سے نومبر ۱۹۸۰ء تک مہاراشٹر کے گورنر تھے۔

وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی نے مسٹر صادق کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ اپنے تعزیتی پیغام میں مسٹر باجپئی نے کہا کہ مسٹر صادق علی کے انتقال سے ملک ایک بڑے قوم پرست سے محروم ہو گیا ہے۔ جس نے متعدد سرکاری عہدوں پر مثالی لگن اور لیاقت سے کام کیا تھا۔ مسٹر باجپئی نے کہا کہ مسٹر صادق علی کی طویل سیاسی زندگی انتظامی صلاحیت اور عوام کے ساتھ گہری محبت سے عبارت رہی ہے اور ان کی راجیہ سبھا کی طویل رکنیت اور تمل ناڈو اور مہاراشٹر کی گورنری کو ان کے علم و فضل اور جمہوری روایات پر پختہ یقین کے لیے یاد رکھا جائے گا اور وہ عمر بھر گاندھیائی اقدار کا مجسم نمونہ بنے رہے۔

مسٹر صادق علی ۱۹۱۰ میں اودے پور میں پیدا ہوئے اور الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ تحریک آزادی کے دوران وہ کئی بار جیل گئے۔ انہیں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا مستقل سکریٹری مقرر کیا گیا اور وہ اس عہدہ پر ۱۹۴۸ء تک کام کرتے رہے۔

مسٹر صادق ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۲ء کے درمیان عارضی پالیمنٹ کے رکن رہے اور ۱۹۵۸ اور ۱۹۷۰ کے درمیان راجیہ سبھا کے رکن رہے اور ۱۹۸۰ سے ۱۹۸۲ تک تمل ناڈو کے گورنر رہے۔ مسٹر صادق ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۲ کے درمیان کل ہند کانگریس کمیٹی کے اکنامک ریویو کے چیف ایڈیٹر بھی رہے تھے۔ ■

(یو این آئی)

سید اقبال مہدی

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے سابق استاد سید اقبال مہدی زیدی کا ۱۲ر اپریل ۲۰۰۱ء کی صبح چار بجے ان کے گھر غفار منزل (نئی دہلی) میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم ۷۵ برس کے

تھے اور گزشتہ ستمبر (۲۰۰۰ء) سے کوما کی حالت میں تھے۔ اس سانحہ پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ایجوکیشن فیکلٹی میں گیارہ بجے دن میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت پروفیسر اختر صدیقی نے کی۔ شام پانچ بجے بعد نماز عصر زیدی صاحب کا جسد خاکی ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔■

(بشکریہ: راشٹریہ سہارا، نئی دہلی)

سعیدہ بانو

اردو کی مشہور خاتون نیوز ریڈر سعیدہ بانو کا یکم مئی ۲۰۰۱ء کو دہلی میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ وہ ۸۷ برس کی تھیں۔ سعیدہ بانو بھوپال کے ایک معزز روایت پسند خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور انہوں نے ریڈیائی نشریات کی دنیا میں بہت اونچا مقام حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ خواتین میں آج تک کوئی اتنی بڑی اردو نیوز ریڈر نہیں پیدا ہوئی ہے۔ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں لکھنؤ میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو کر اپنے کیریئر کا آغاز کیا تھا۔ اس وقت وہ اردو اناؤنسر کی حیثیت سے بحال ہوئی تھیں۔ اپریل ۱۹۴۷ء میں اردو نیوز ریڈر کے طور پر ان کا آل انڈیا ریڈیو دہلی تبادلہ ہو گیا۔

۱۹۶۵ء کی ہند پاکستان جنگ کے بعد انہوں نے آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس کا آغاز کیا۔ یہ سروس خاص طور پر پاکستانی سامعین کے لیے ۱۶ر مئی ۱۹۶۶ء کو شروع کی گئی تھی۔ ۱۹۷۷ء میں ملک میں ریڈیو نشریات کے پچاس سال مکمل ہونے پر سعیدہ بانو کو غیر معمولی براڈکاسٹر کے طور پر یادگار تمغہ پیش کیا گیا تھا۔ اپنی آواز، لہجہ اور تلفظ کی دلکشی اور پروگراموں کی پیشکش کے خوبصورت انداز سے انہوں نے نشریات کی دنیا میں نئے سنگ میل قائم کئے تھے۔ مرحومہ نے نشریات سے متعلق اپنے تجربات پر ایک کتاب بھی "ڈگر سے ہٹ کر" کے عنوان سے تصنیف کی تھی جسے دہلی اردو اکادمی نے سات سال پہلے ۱۹۹۴ء میں ایوارڈ سے نوازا تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی آواز کی کمی آل انڈیا ریڈیو پر ان کی زندگی میں ہی محسوس کی جانے لگی تھی۔ اب ان کے انتقال کے بعد یہ احساس اور گہرا ہو گیا ہے۔■

(بشکریہ: ہماری زبان اردو)

سید شاہ فرید الحق

شہر عظیم آباد، پٹنہ (بہار) کے بزرگ عالم، صوفی اور خانقاہ عمادیہ کے سجادہ نشین سید شاہ فرید الحق صاحب ۱۷ر مارچ ۲۰۰۱ء (مطابق ۲۱ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ) کی شب کو انتقال کر گئے۔ مرحوم ایک جید عالم دین اور علامہ ظفر الدین بہاریؒ و مفسر قرآن حضور جیلانی میاں (بریلی شریف) کے خاص شاگرد تھے۔

مرحوم کئی کتب کے مصنف تھے۔ نعت رسول مقبولؐ کہنے کا یہ عالم تھا کہ بیٹھے بیٹھے اور دیکھتے دیکھتے ہی انمول اشعار کہہ جاتے۔ آج بھی ساڑھے چھ سو نعتوں کا مجموعہ و مسودہ موجود ہے۔ چند ہی نعتیں طبع ہو سکی ہیں۔ موصوف سجادگی پر متمکن ہونے کے دو تین سال بعد ہی ایک مرکزی ادارہ مرکزی دارالعلوم عمادیہ کی از سر نو بنیاد ۱۹۷۸ء میں رکھی۔ یہ وہی ادارہ ہے جسے حضرت خواجہ عماد الدین قلندر بادشاہ نے قائم فرمایا تھا۔ مرحوم کی تدفین پھلواری شریف میں واقع آبائی قبرستان میں خواجہ عماد الدین قلندر بادشاہ کے پہلو میں ہوئی۔ جنازے میں ہزاروں سوگواران نے شرکت کی۔ مرحوم کی جگہ پر ان کے بڑے صاحبزادے سید شاہ مصباح الدین عمادی کو خانقاہ عمادیہ کا سجادہ نشین بنایا گیا۔■

(بشکریہ: سہ ماہی مجلہ غوث العالم، درگاہ کچھوچھہ شریف)

پروفیسر نظیر صدیقی

اردو کے ممتاز نقاد اور شاعر پروفیسر نظیر صدیقی ۱۲ر اپریل ۲۰۰۱ء کو اسلام آباد (پاکستان) میں انتقال کر گئے۔ ۷۰ سالہ نظیر صدیقی صوبہ بہار (ہندوستان) کے

چھپرہ شہر سے تعلق رکھتے تھے۔ ابھی چند ماہ قبل ہی (غالباً ستمبر ۲۰۰۰ء میں) ایک طویل عرصے کے بعد وہ ہندوستان تشریف لائے تھے اور اپنے قدیم اعزہ و اقارب سے تفصیلی ملاقات کی تھی۔ پاکستان واپس ہونے سے قبل دہلی میں اپنے قریبی عزیز اور معروف صحافی مسٹر اے۔ یو۔ آصف کے یہاں ان کا قیام تھا۔ وہ کچھ عرصہ ڈھاکہ میں بھی رہ چکے تھے۔ ان کی کئی کتابیں طبع ہوئی تھیں جن میں سے چند کے نام اس طرح ہیں: شہرت کی خاطر، حسرت اظہار، غزل ایک مطالعہ، ڈاکٹر "عندلیب شادانی اور تعصبات" اور "میرے خیال" میں۔■

ضیاء اللہ ثنائی

برصغیر کے نامور اہل حدیث عالم، ممتاز مناظر اور صاحب طرز اسکالر مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسریؒ کے پڑپوتے اور مولوی عطاء اللہ ثنائی مرحوم کے آخری صاحبزادے جناب ضیاء اللہ ثنائی ۶ر فروری ۲۰۰۱ء کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے لاہور میں انتقال کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مرحوم شرافت، حسن اخلاق، مروت اور وضع داری میں اسلاف کے مثیل تھے۔ ایک عرصے سے لاہور میں طباعت کا کام کر رہے تھے۔ لکشمی چوک میں ان کا پریس تھا۔ پہلی اہلیہ کا دو ماہ قبل انتقال ہو گیا تھا۔ دوسری بیگم سے تین چھوٹے چھوٹے بچے زیر تعلیم ہیں۔

ادارہ حزب الانصار اور خاندان بگویہ (پاکستان) کے ساتھ ان کا قریبی تعلق رہا ہے۔ انہوں نے اپنے شہید برادران جناب بقاء اللہ ثنائی، جناب بہاء اللہ ثنائی اور برادر بزرگ مولوی رضاء اللہ ثنائی مرحوم کے تعلقات کو خوش اسلوبی سے نبھایا۔ ۱۹۹۰ء میں ان کا بائی پاس "آپریشن ہوا تھا اور وہ بنظر ظاہر تسلی بخش صحت اور معمولات کے حامل تھے۔■

(بشکریہ: ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، پاکستان)

فکر انگیز کتابیں

عصر حاضر کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے اور روشن مستقبل کو یقینی بنانے کیلئے معروف مفکر و محقق اسرار عالم کی منفرد و عہد ساز تصنیفات:

☆ اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج
صفحات: ۱۱۶ قیمت: -/30

☆ عالم اسلام کی سیاسی صورت حال
صفحات: ۳۲ قیمت: -/10

☆ بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقۂ کار
صفحات: ۵۴ قیمت: -/15

☆ عالم اسلام کی اقتصادی صورت حال
صفحات: ۶۴ قیمت: -/16

☆ عالم اسلام کی روحانی صورت حال
صفحات: ۱۳۰ قیمت: -/30

☆ ہند تو
صفحات: ۳۸ قیمت: -/10

☆ عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال
صفحات: ۴۵۵ (مجلد) قیمت: -/120

☆ **یا ساری الجبل**! کیا دجال کی آمد آمد ہے؟
صفحات: ۹۶ قیمت: -/30

☆ عالم اسلام کی منصبی و مقصدی صورت حال
● ماکان و مایکون
صفحات: ۲۰۰ قیمت: -/50

☆ دجال (جلد اوّل)
صفحات: ۴۰۰ قیمت: -/120

Applied Publications. Pvt.Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor
Hotel, Pataudi House, Daryaganj
New Delhi- 110002 Ph: 3289268

A TRUSTED NAME IN UNANI MEDICINE

REX

WINNER OF ALL INDIA
HAKIM AJMAL KHAN AWARD

FOR BEST UNANI DRUGS
MANUFACTURING COMPANY

- RAFIQ-E-HAYAT (General House-hold Medicine)
- GESUDARAZ (Powder for washing the Hair)
- GOLI NAWAB ALI SHAH (For sexual debilities)
- (REXOTONE (Herbal Health Tonic)
- GASONIL (SYP./Pills) (For Gastric Trouble Pill)
- MELOREEN (For Malerial Fever)
- MENSOREX (For Menses Troubles)
- MUSAFFI AJEEB (Blood Purifier)
- REX HEALTH TONIC (Health Tonic)
- REX JANAM GHUTTI
- REX BABY TONIC
- HAIR TONE (Hair Tonic)
- HEARTOREX (For Heart Problems)
- KAFOREX (Cough Syrup)
- LIVOREX (Liver Tonic)
- SHAKRINO (For Diabetes)
- TONSIREX (For Tonsilitis)

صحت ہے تو اس کی حفاظت کی جائے ☆ مرض ہے تو اس کا علاج کیا جائے

REX (U & A) REMEDIES PVT. LTD.

A-51/1, G.T. Karnal Road Industrial Area, Delhi-110033
Phone (s): 7432093, 7216583 Fax: 91-11-7118302
VISIT US: www.rexremedies.com Email:rexremedies@hotmail.com

فہرست مترجمین

نام : احمد صہیب صدیقی ندوی
پتہ : C/o Abul Barakat Islahi
D-161/B, Abul Fazal Enclave.
Okhla, Jamia Nagar, New
Delhi-110025
دلچسپی کے موضوعات: تفسیر، ادب، تاریخ
عملی تجربہ : ایک سال
زبان : عربی، اردو، انگریزی
موجودہ شغل : ترجمہ کرنا

نام : علاء الدین
پتہ : Post Box No. 93,
Nadwa, Lucknow-226007
تعلیم : ندوہ سے عالمیت اور ادب میں تخصص، مدینہ یونیورسٹی سے عربی بان وادب میں بی۔ ایڈ لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم۔اے۔
دلچسپی کے موضوعات: ادب، اسلامیات
زبان : اردو سے عربی اور عربی سے اردو
عملی تجربہ : اردو اور عربی میں چھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔
موجودہ شغل: ندوۃ العلماء کے درجہ تخصص ادب عربی میں تدریس۔

نام: عبدالحمید ھانگل (بی۔اے۔بی۔ایڈ)
پتہ : Bagh-e-Raza, Raza Nagar,
Hangal-581104 Distt: Haveri (KS)
دلچسپی کے موضوعات: سفرنامے، آپ بیتی، افسانے، ناول
عملی تجربہ: چالیس سال
زبان: انگریزی، ہندی اور کنڑ زبان سے اردو
موجودہ شغل: ریٹائرڈ زندگی

نام: محمد قمر الدین اشرفی
پتہ : Jam-e-Ashraf, Dargah
Kichhouchha Sharif
Ambedkar Nagar-224135 U.P
تعلیم: جامعہ نظامیہ حیدر اباد سے فاضل و کامل، عثمانیہ یونیورسٹی شعبہ عربی میں ریسرچ اسکالر، UGC کا NET کوالیفائڈ۔
دلچسپی کے موضوعات : عربی ادب و اسلامیات
زبان : اردو، عربی، انگریزی، ہندی
عملی تجربہ : ☆ جامعہ نظامیہ حیدر آباد میں عربی ادب و انگلش کے مدرس کی حیثیت سے چار سال کام کیا۔
☆ ریاض (سعودی عرب) میں Islamic Conferporanj research Journal نام کے مجلّہ میں عربی انگلش مترجم ڈھائی سال۔
☆ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عربی کتاب "الحق لمجتلیٰ فی حکم المبتلی" کا اردو میں ترجمہ بنام "رسالہ جذام و جذامی" کیا جو لاہور سے شائع ہوا، پھر رضا اکیڈمی ممبئی نے شائع کیا۔
موجودہ شغل: جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف میں صدر شعبہ عربی ادب، اس کے ساتھ سہ ماہی مجلّہ "غوث العالم" ہندی میں بحیثیت نائب مدیر و مترجم عربی، اردو، ہندی۔

نام : اجمل حامد فیضی
پتہ : C/o Mohammad Asrar Sb.
Ameer-e-Moqami Jamaat-e-Islami
Jarwa Road, Tulsipur,
Balrampur-271208 U.P
دلچسپی کے موضوعات: تفسیر، حدیث و فن حدیث سے متعلق مضامین، سیرت، تاریخ اسلام، اسلامی تحریکات، اسلامی افکار و نظریات، افتاء و مسائل۔
زبان: عربی سے اردو اور اردو سے عربی
عملی تجربہ: مارچ ۱۹۸۹ء تاحال
موجودہ شغل: تدریس انجمن محمدیہ، پرانی بازار، تلسی پور

□☆□

بھٹکل (کرناٹک) میں
"اردو بک ریویو" درج ذیل پتہ سے حاصل کریں:
Al-Hilal Agency
Car Street, Main Road
BHATKAL-581320

نئی کتابیں

NEW ARRIVALS
Classified List

تحقیق و ترتیب: عارف اقبال

اسلامیات

اسمائے کتب	مصنف / مترجم / مؤلف	صفحات	قیمت	ناشر / تقسیم کنندہ
اللہ ہی رب ہے	عزیز الرحمٰن کاکاخیل	۲۷۲	بلا اجر	شمس الرحمٰن کاکاخیل، بادشاہ ہاؤس، کالج روڈ، منڈیاں
				ایبٹ آباد (پاکستان)
امثال القرآن	علامہ ابن قیم	۸۰	۲۵/-	اسلامک بک فاؤنڈیشن 1781، حوض سوئیوالان، نئی دہلی۔ ۲
پیغمبرؐ اخلاق و انسانیت	عبداللہ عباس ندوی	-	۱۰۰/-	دار العلوم سبیل السلام، حیدر آباد A.P
تفہیم الاحادیث (جلد سوم)	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۴۱۲	۱۴۰	MMI پبلشرز، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 25
تفسیر ثنائی (۳ جلدوں میں)	علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ	-	۷۵۰/-	مکتبہ دار المعارف، 13 محمد علی روڈ، ممبئی 400003
دعوت اسلام (نیا ایڈیشن)	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۴۱۶	۱۲۰/-	163/B,UPF، ۳ جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی 25
رحمت دارینؐ کے سوشیدائی	طالب الہاشمی	۶۴۰	۱۶۰/-	1781/I.B.F. سوئی والان، نئی دہلی 110002
رسول اکرمؐ کا آخری حج	رضا احمد	۲۳	۱۰/-	1781/I.B.F. سوئی والان، نئی دہلی 110002
رسول اللہؐ کے خطوط و فرامین	نثار احمد فاروقی	۹۲	۶۰/-	1781/I.B.F. سوئی والان، نئی دہلی 110002
سنت کی حیثیت اور رہنما احادیثیں	فیروز احمد سمیع	۱۹۲	۶۰/-	مکتبہ تعمیر افکار، عقب بقائی ہسپتال، ناظم آباد، کراچی
صراط العزیز الحمید	عزیز الرحمٰن کاکاخیل	۳۰۸	مفت	بادشاہ ہاؤس، کالج روڈ، ایبٹ آباد (پاکستان)
علوم القرآن	ڈاکٹر صبوحی صالح (لبنان)	۴۴۲	۱۴۰/-	IBF، 1781، سوئی والان، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲
	ترجمہ: غلام احمد حریری			
علم القرآن (۳۰ پارے)	سید قاسم محمود	۳۵۵۰	-	الفیصل، اردو بازار، لاہور
مع اردو، انگریزی ترجمے و تفسیری حواشی				
فہم دین اور اسلام	فیروز احمد سمیع	۱۹۲	۴۰/-	مکتبہ تعمیر افکار، ناظم آباد، کراچی
فیض محمود (احادیث قدسیہ)	محمد ناظم الدین قاسمی	۱۱۲	۲۵/-	مکتبہ ملت، دیوبند، 247554 یوپی

سماجیات

اسمائے کتب	مصنف / مترجم / مؤلف	صفحات	قیمت	ناشر / تقسیم کنندہ
ائمہ سلف اور اتباع سنت	امام ابن تیمیہ	۱۲۷	۶۰/-	طارق اکیڈمی، دیوبند یو۔پی
	ترجمہ: غلام احمد حریری			
ایک سال پچاس سوال	عقیل عباس جعفری	۴۳۶	۲۳۰/-	دوست پبلی کیشنز، 8A، خیابان سہروردی P.B.2958
				اسلام آباد (پاکستان)
پاکیزہ خیال اور تعمیر افکار	فیروز احمد سمیع	۲۴۷	۱۰۰/-	مکتبہ تعمیر افکار، ناظم آباد، کراچی (پاکستان)
پاکستان میں فوجی حکومتیں	مرتضیٰ انجم	۵۴۱	۲۵۰/-	دار الشعور، یوسف مارکیٹ، اردو بازار، لاہور (پاکستان)

تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ: فکر اقبال کی روشنی میں	ڈاکٹر عبدالمغنی	۴۲	۳۰/۔	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
خطبات خلافت	ڈاکٹر اسرار احمد	۲۳	۴۵/۔	مرکزی انجمن خدام القرآن، K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور
خطبات شاہی	نسیم اختر شاہ قیصر	۱۷۶	—	مکتبہ تھانوی دیوبند
خطبات سرکار کلاں	سید شاہ محمد مختار اشرف	۳۰	۱۲/۔	غوث العالم اکیڈمی، خانقاہ اشرفیہ، کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر
روح کی دنیا	محمد یعقوب خاں	۲۶۲	۲۰۰/۔	مصنف، محلہ شکاری، احمد پور شرقیہ (پاکستان)
عالم اسلام کے خلاف سازش	محمد جلیل	۔	۴۰/۔	یونیورسٹی بک سنٹر، پشاور (پاکستان)
فتوی یوسفیہ	محمد یوسف لدھیانوی	۶۰۳	۔	آخون پبلیکیشنز، نزد فلاح مسجد بلاک ۱۶، فیڈرل بی ایریا، کراچی
فلسفہ سائنس اور قرآن (نیا ایڈیشن)	الشیخ ندیم الجسر، ترجمہ: خدا بخش کلیار	۵۰۲	۱۸۰/۔	الفیصل، غزنی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
کتاب الجنائز	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۱۰۳	۳۵/۔	IBF، سوئی والان، دریا گنج، نئی دہلی 110002
کشمیر اداس ہے (نیا ایڈیشن)	محمود ہاشمی	۳۲۶	۲۲۵/۔	الفیصل، اردو بازار، لاہور (پاکستان)
کلوننگ اور اسلام	تقی احمد ندوی	۱۵۳	۴۰/۔	32/161، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
مسلمان بہار کا خون پاکستان کی بنیاد میں	محمد انیس الرحمٰن	۱۲۰	۲۰۰/۔	205، مشرف آباد، نزد بہار آباد، اسٹریٹ 16، کراچی 74800
مقام غوثیت	۔	۶۵	۱۹/۔	غوث العالم اکیڈمی، کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر، U.P
نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (اول)	مفتی نسیم احمد فریدی	۴۸۲	۵۰۰/۔	شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت (نزد کھتولی) مظفر نگر U.P
(دوم)	مفتی نسیم احمد فریدی	۳۳۸	(سٹ)	

تذکرہ / شخصیات

امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں	یٰسین اختر مصباحی	۱۸۳	۳۵/۔	رضوی کتاب گھر، 114، نعیمی نگر، بھیونڈی (مہاراشٹر)
بی اماں گلاں، ورگاہ بہار: ۱۹۲۲ء	ت: ڈاکٹر انجمن آرا انجم	۲۰۶	۱۵۰/۔	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین	طالب الہاشمی	۷۴۳	۲۰۰/۔	IBF، سوئی والان، دریا گنج، نئی دہلی 110002
حیات صحابیہؓ کے چار سو درخشاں پہلو	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا	۲۶۳	۱۳۰/۔	IBF، سوئی والان، دریا گنج، نئی دہلی 110002
کاروان حدیث	عبدالرشید عراقی	۳۶۰	۱۳۲/۔	نور اسلام اکیڈمی، P.B.5166، ماڈل ٹاؤن، لاہور
مجروح سلطانپوری: ایک مطالعہ	راشد انور راشد	۔	۱۰۰/۔	اثبات و نفی پبلی کیشنز، 89/5، این اسٹریٹ، کلکتہ 16
مولود شریف: حالی (تعارف و تحشیہ)	ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی	۱۳۳	۱۰۰/۔	انجمن ترقی اردو (ہند) راؤز ایونیو، نئی دہلی 110002
نذر خدا بخش	حبیب الرحمٰن چغانی، ڈاکٹر سلیم الدین احمد	۔	۱۵۰/۔	بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ 800004

سوانح / تاریخ / سفر نامہ

سوانح حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری	مفتی محمد پالنپوری	۳۳۳	۸۰/۔	ادارہ اشاعت دینیات، نظام الدین، نئی دہلی 110013

شیخ محمد الغزالی: خود نوشت سوانح حیات	ت: محمد ظہیر الدین بھٹی	۱۸۷	۱۰۰/۔	اسلامک پبلی کیشنز، E-13، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
لندن یاترا (سفر نامہ)	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی	۱۱۲	۱۰۰/۔	نرالی دنیا پبلی کیشنز، دہلی گیٹ، نئی دہلی 110002
مختصر تاریخ جماعت اسلامی ہند	محمد شفیع مونس	۱۹۰	۷۵/۔ (مجلد)	MMI پبلشرز، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی 110025
مشرق کا جنیوا (سفر نامہ ایران)	ڈاکٹر ظہور احمد اعوان	۲۶۲	۱۵۰/۔	ادارہ علم و فن، F-19، آرمی فلیٹس، نزد قیوم اسٹیڈیم پشاور صدر (پاکستان)
میری کہانی (سوانح)	اویس احمد دوراں	۲۹۶	۱۲۰/۔	محلہ فیض اللہ خاں، در بھنگہ (بہار)

ادبیات

تحقیق و تنقید

اردو کی شعری اصناف	ڈاکٹر خواجہ اکرام	۔	۱۰۰/۔	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
اردو ڈراموں کا انتخاب	محمد حسن	۶۰۰	۱۵۶/۔	قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، نئی دہلی 110066
اردو ادب کی سماجیاتی تاریخ	محمد حسن	۹۸۱	۳۳۴/۔	قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، نئی دہلی 110066
اشاریہ نیا دور کراچی	نثار احمد فیضی	۲۲۶	۸۰/۔	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
امریکی ادب کا مختصر جائزہ	ڈاکٹر سلامت اللہ خاں	۱۹۲	۵۲/۔	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی 110066
املائے غالب	رشید حسن خاں	۲۰۶	۱۰۰/۔	غالب انسٹی ٹیوٹ، ایوان غالب مارگ، نئی دہلی 110002
بیسویں صدی کی اردو شاعری	اوصاف احمد	۷۷۸	۳۰۰/۔	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی 110002
پاکستانی ادب: شناخت کی نصف صدی	غفور شاہ قاسم	۵۶۲	۳۰۰/۔	مصنف، محلہ اسلام آباد، کندیاں، میانوالی 42050 (پاکستان)
خاقان ہند ذوق دہلوی (معتبر کوائف اور مستند کلام)	کالی داس گپتا رضا	۱۹۸	۱۲۰/۔	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی 110002
دامان خیال وطن (مضامین)	محمد انور صوفی	۱۵۲	۱۰۰/۔	مصنف، پلس کیمونی کیشنز، 505، ہما بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور (پاکستان)
سردار جعفری کے خطوط	خلیق انجم	۲۴۸	۱۷۵/۔	انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی 110002
شاہکار (مضامین)	پیارے لال رتن	۔	۱۰۰/۔	ادبی کارنر، 92، کروامر داس مارکیٹ، کھنہ، پنجاب 141401
فیض کی شاعری	عبدالمغنی	۸۸	۴۰/۔	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
کتابیات طیب (قاری طیبؒ)	قاری بشیر حسین	۵۰	۔	مکتبہ حامدیہ نسواں، شہر ایبٹ آباد (پاکستان)
معرکہ وہاب اشرفی، محمد ہاشمی، شمس الرحمٰن فاروقی	ڈاکٹر ارتضی کریم	۲۰۴	۹۰/۔	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، 9، گولہ مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲
موسیقی، شاعری اور لسانیات	ڈاکٹر شفیق سوپوری	۱۱۳	۲۰۰/۔	شعبہ اردو، امر سنگھ کالج، سری نگر (کشمیر)
میری کا تغزل	عبدالمغنی	۵۲	۲۰/۔	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
نقش ہائے رنگ رنگ (مطالعات غالب)	اسلوب احمد انصاری	۴۱۴	۱۵۰/۔	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی۔ 110002

افسانوی ادب

انسانوں کی تازہ فصل	علی عرفان عابدی	۱۹۲	۱۵۰/۔	A-24 عابدیہ سنٹر، مالیر کالونی، کراچی 75080

بادصباکا انتظار	سید محمد اشرف	۲۰۰	۱۵۰/-	B-1 حیدر آباد اسٹیٹ، نے پین سی روڈ، ممبئی 400036
تپلی گھر (ڈرامہ)	ہیزک ربسن ریعقوب یاور۔		۵۰/-	شعبہ اردو، وسنت کالج، راجگھاٹ، وارانسی U.P
تاروں پہ لکھے نام (خاکے)	امراؤ طارق	۱۲۸	۱۵۰/-	قرطاس، C-68، اسٹاف ٹاؤن، کراچی یونیورسٹی، کراچی
جلتا ہوا سیارہ	اختر یوسف	۱۳۵	۱۴۰/-	صندید پبلیکیشنز، شری اروند نگر، رانچی 834002 (جھارکھنڈ)
سدھارتھ (ناول)	ہرمن ہیس ریعقوب یاور	-	۹۰/-	وسنت کالج، راج گھاٹ، وارانسی، U.P
سیڑھیوں والا پل	حمید قیصر	۲۰۸	۱۵۰/-	13-14/A، سکنڈ فلور، تاج محل پلازہ، مرلی روڈ، راولپنڈی
گھوڑے کا کرب	ہرچرن چاؤلہ	۱۷۴	۱۵۰/-	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 3108، لال کنواں، دہلی 6
لوگ (افسانے)	اقبال انصاری	۱۲۸	۱۵۰/-	F-176، پانڈو نگر، دہلی 110091

شعری ادب

پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ	ڈاکٹر صادقہ نواب سحر	۱۶۰	۴۵/-	سارانش پرکاشن، E-142، پاکٹ 4، میور وہار، دہلی ۹۱
حدیث جنوں	غنی دہلوی	۲۵۶	۲۰۰/-	صبا اکبر آبادی اکیڈمی، کراچی
دست رس	نثار جیراجپوری	۱۶۰	۱۵۰/-	67 جالندوی، اعظم گڑھ 276001
دستک	قمر رسول پوری	۱۹۰	۱۰۰/-	ادارہ ادبیات عالیہ، زمین رسول پور، اعظم گڑھ
عبدہٗ ورسولہٗ (نعتیہ)	حکیم شریف حسن	۱۸۴	۱۵۰/-	ادارہ مطبوعات سلیمان، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فانوس حرم (منظوم سیرت)	متین طارق باغپتی	۳۰۴	۱۰۰/-	تعلیمی مرکز، نزد سبزی منڈی، باغپت U.P
فصل نور (نعتیہ)	رؤف رحیم	-	-	ادبستان دکن، 20-5-525، شکر گنج، حیدر آباد
گماں کا صحرا	مصحف اقبال توصیفی	-	۸۰/-	مکتبہ شعر و حکمت 6-3-650/2، کپاڈیا لین سوماجی گوڑہ حیدر آباد

تعلیمی و درسی کتب

آکسفورڈ اردو۔ انگریزی ڈکشنری	ترجمہ: سارہ نقوی	۴۴۲	۱۹۵/-	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، انصاری روڈ، نئی دہلی 110002
اردو لرننگ کورس (ہندی سے اردو)	رئیس صدیقی	۱۲۸	۲۲/-	مکتبہ الحسنات، 2241، کوچہ چیلان، نئی دہلی 110002
جدید عربی ایسے بولئے	بدر الزماں کیرانوی	۲۵۶	-	مکتبہ المعارف، بنوری ٹاؤن، کراچی (پاکستان)
ڈپلومہ کمپیوٹر اپلی کیشن اور ملٹی لنگوئل ڈی ٹی پی	-		۳۲/-	CCPUL، ویسٹ بلاک ۱، آر۔ کے۔ پورم نئی دہلی۔ 110066
صدف اردو پرائمری (اول تا سوم)	خوشحال زیدی	۱۵	۲۰/-	نہرو چلڈرن اکیڈمی، C-1/47، سرائے جولینا، جامعہ نگر نئی دہلی۔ 110025
ہادی اردو ریڈر (چھ حصے)	ناوک حمزہ پوری	-	-	رونق پبلی کیشنز، ورتن جی روڈ، دھنباد (جھارکھنڈ)

بچوں کا ادب

بھارت کی لوک کتھائیں (۳ حصے)	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	-	۱۲/- فی حصہ	NCPUL، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066
بیت بازی	ابن غوری	۶۴	۱۵/-	مصنف، مولانا جوہر اسٹریٹ، نلگنڈہ، A.P.508001
رابن ہڈ کے کارنامے	ت: ایم ندیم	-	۱۵/-	NCPUL، نئی دہلی۔ 110066

متفرقات

ردِ قادیانیت کے زریں اصول	مرتب: سلمان منصور پوری افادات: مولانا منظور احمد چینوٹی	۴۳۲	۱۵۰/-	ادارہ دعوت و ارشاد چینوٹ، جھنگ، (پاکستان)
فتنہ چن بسویشور (انجمن دیندار)	خالد بیگ ندوی	۱۷۳	-	امراشاہی محل کے سامنے، سداشیو نگر ٹمکور 572101
میڈیا وار	طلعت افشاں فیروز	۱۲۷	۵۰/-	مکتبہ تعمیر افکار، ناظم آباد، کراچی
ہومیو پیتھک گائڈ	ڈاکٹر سعود قریشی	۱۶۰	۲۵/-	فیصل پبلی کیشنز، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی 110002

رسائل / مجلات

آئندہ (بیسویں صدی نمبر)	مدیر: محمود واحد	۳۲۰	۱۰۰/-	D-106، اسماء گارڈن، بلاک نمبر ۱، میٹرو ول ۳ متصل اصفہانی روڈ، کراچی 75330
اردو ادب (سردار جعفری کے خطوط نمبر)	مدیر: ڈاکٹر اسلم پرویز	۲۴۸	۶۰/-	انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی 110002
البرہان شمارہ: ۱، ماہنامہ	-	-	۲۰/-	سعودیہ محل، اقبال سنٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی 18
التغابن شمارہ: ۲	مدیر: ابن اسماعیل	۱۵۹	۲۵/-	پنڈت بلڈنگ، مین چوک، سوپور 193201
تعلیمات (حج نمبر)	مدیر: ریاض احمد قادری	۹۶	۲۰/- (سالانہ ۱۰۰)	کوثر منزل، J31/78، کچی باغ، بنارس U.P
تکمیل سہ ماہی، جلد: ۱۳ (حمد و مناجات نمبر) شمارہ: ۱۴۹۔۵۲	اصغر حسین قریشی / مظہر سلیم / قاسم ندیم	۳۲۸	۱۰۰/-	کوہ نور ٹیچرس کالونی، شانتی نگر، بھیونڈی 421302
حکمت قرآن خصوصی اشاعت	تالیف: مولوی انیس احمد بی۔ اے	۱۱۲	۱۲/- (سالانہ۔ ۸۰/-)	K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور 14
انوار القرآن (فروری ۲۰۰۱ء)	مدیر مسئول: ڈاکٹر اسرار احمد			
روح ادب (مع گوشہ سردار جعفری) شمارہ: ۵، جلد: ۱۷	مدیر: سالک لکھنوی	۱۶۰	۱۵/-	سکریٹری مغربی بنگال اردو اکیڈمی، A-2/75 رفیع احمد قدوائی مارگ، کولکتہ 700016
شگوفہ (سالنامہ) جنوری۔ فروری ۲۰۰۱ء	مدیر: ڈاکٹر محمد مصطفیٰ کمال	۱۲۶	۳۰/-	31، بیچلرز کوارٹر، معظم جاہی مارکیٹ، حیدر آباد (پاکستان)
شمس الاسلام خصوصی شمارہ "آخری پیغام حق"	صاحبزادہ ابرار احمد بگوی صاحبزادہ لمعات احمد بگوی	۱۰۴	۳۰/- (سالانہ۔ ۱۰۰/-)	مجلس مرکزیہ حزب الانصار شارع جامع مسجد، سرگودھا 40540 (پاکستان)
ظلال القرآن، ماہنامہ جلد: ۱، شمارہ: ۶	سید معروف شیرازی	۴۸	۱۵/- (سالانہ)	A-55، اسٹریٹ نمبر 26، F-10/1 اسلام آباد، (پاکستان)
عالمی اردو ادب نمبر ۲۰۰۰ء (سالنامہ)	نند کشور وکرم	۳۸۴	۲۰۰/-	کرشن نگر، دہلی 110051
فکر و نظر سہ ماہی	صاحبزادہ ساجد الرحمٰن	۱۱۲	۲۰۰/-	ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
القاسم، ماہنامہ "مفتی کفایت اللہ نمبر"	مدیر: عبد القیوم حقانی	۲۲۸	-	جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ (پاکستان)
گلبن، دوماہی، شمارہ: ۱۔ ۲/۲۰۰۱ء "انشائیہ نمبر"	ثریا ہاشمی / سید ظفر ہاشمی	۲۷۴	۳۵/-	F-2، روز لیار ٹمنٹس، کوچرب پالڈی، احمد آباد 6

□☆□

ادب نبوی ﷺ کے نئے سنگ میل

صبیح رحمانی کی زیر ادارت شائع ہونے والا نعتیہ ادب کا یادگار کتابی سلسلہ

نعت رنگ کراچی

ہر شمارہ ایک دستاویز | قیمت: فی شمارہ =/100 روپے، شمارہ نمبر ۱۱ تک منظر عام پر آچکا ہے

فی الحال شمارہ نمبر ۹، ۱۰، ۱۱ موجود ہیں۔

رابطہ :

Applied Publications Pvt. Ltd.

اردو بک ریویو کی ایجنسی

اردو بک ریویو سنجیدہ اصحاب، اہل علم اور ہر گھر کے لیے ایک قیمتی مجلہ ہے۔ جس کا ہر شمارہ ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

براہ کرم اس کی توسیع میں حصہ لیں، کم سے کم ۱۰ شمارہ کے لیے ایجنسی دی جاسکتی ہے۔ مجلہ بذریعہ VPP ارسال کیا جائیگا۔

25 شمارے کی ایجنسی پر خصوصی اور پرکشش ڈسکاؤنٹ دیا جاسکتا ہے

رابطہ :

URDU BOOK REVIEW

1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Daryaganj, New Delhi-110002 Ph:3289268

☆ سرمایہ داروں کی اجارہ داری کے خلاف آواز حق بلند کرنے والا...

☆ بھارت کے میدان کربلا میں یزیدی لشکر کے بیچ حسینؓ کا نام سربلند کرنے والا...

☆ ملت کے نام پر سوداگری کرنے والوں کی نیندیں حرام کرنے والا...

غریبوں کے دلوں کی آواز — زیر ادارت: محمد باقر حسین شاذؔ

روزنامہ **ساز دکن**

منیجنگ ایڈیٹر: محمد زین العابدین غوث — جوائنٹ ایڈیٹر: محمد امیر حسین حبیب

خرید کر اور مل بانٹ کر پڑھئے

نامہ نگاری کے خواہش مند اور مشتہرین ربط پیدا کریں۔

منیجر روزنامہ ساز دکن، سالار جنگ کامپلکس دیوان، دیوڑھی، حیدر آباد۔۲ (انڈیا) پوسٹ بکس نمبر:640

Advtt. UBR-2001

کتابیں موصول ہوئی — Acknowledgements

اسمائے کتب	اڈیشن	مصنف / مؤلف	صفحات، قیمت		ناشر / تقسیم کنندہ
اسلامی طب (شاہانہ سرپرستیوں میں)	باراول ۱۹۳۷ء	ابن مظہر قاضی، قاضی معین الدین رہبر فاروقی	۲۰۴	۷۰/-	مکتبہ عین العلوم 7-30-405-1 یعقوب پورہ، اولڈ سٹی حیدرآباد 23
امام محمدی (امام ابو حنیفہؒ: تاریخ بغداد کے آئینے میں)	۲۰۰۰ء	محمد صاحب محدث جوناگڑھیؒ	۹۶	۳۶/-	اہل حدیث اکیڈمی، مرزا ہادی پورہ، مئوناتھ بھنجن
امنگ	۱۹۹۸ء	زبیر احمد چپا	۱۲۰	۵۰/-	دارالخیر 4/4A نوائط کالونی، بھٹکل۔581320
اقلم (شاعری)	۲۰۰۰ء	ساحل احمد	۱۱۲	۱۰۰/-	لٹریری بک سنٹر، 126، چک، الہ آباد 3
اہل حدیث اور احناف کے درمیان اختلاف کیوں؟	۲۰۰۱ء	محمد صاحب محدث جوناگڑھیؒ	۶۴	۲۰/-	اہل حدیث اکیڈمی، مئوناتھ بھنجن، یو۔پی
ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا	۲۰۰۱ء	عبدالرحمن محدث مبارکپوری	۶۴	۱۶/-	اہل حدیث اکیڈمی، مئوناتھ بھنجن، یو۔پی
ایک اور بجوکا (کہانیاں)	۲۰۰۱ء	عبدالعزیز خاں	۱۴۴	۱۵۰/-	خان پبلی کیشنز، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی۔110025
بچوں کا دینی لغت	۲۰۰۰ء	محمد اسحاق جلالپوری	۳۶۰	۲۰۰/-	ادب اطفال، A-4، سکٹر B-4، خیابان سرسید، راولپنڈی
برصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے	۲۰۰۱ء	ڈاکٹر ابو نعیم	۴۸	۱۵/-	اہل حدیث اکیڈمی، مئوناتھ بھنجن یو۔پی
بمبئی لوکل (مزاحیہ)	۲۰۰۱ء	مقبول حسن خاں •	۷۹	۸۰/-	کتابستان، 30 چک، الہ آباد 211003
پرہوا کے (شاعری)	۲۰۰۰ء	انور سلیم	۱۵۹	۱۷۵/-	شاعر 1-1/375/211/A/8/C، سنتوش نگر، حیدرآباد
تشکیل و تعبیر	۲۰۰۱ء	ناوک حمزہ پوری، مرتب: عطا عابدی	۱۵۹	۱۵۰/-	بک امپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۔800004
التقابن شمارہ: ۲	۲۰۰۱ء	ابن اسماعیل	۱۵۹	۲۵/-	پنڈت بلڈنگ، مین چوک، سوپور 193201
تمثیل نو، دربھنگہ (سہ ماہی)	۲۰۰۱ء	مدیر: ڈاکٹر امام اعظم	۴۴	۱۰/-	اردو ادبی سرکل، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ۔846004
جنات، جادو اور تعویذات	ــــ	محفوظ الرحمن فاروقی	۱۳۴	۴۵/-	حافظ سعید الرحمن فاروقی MRFT کمپنی، شاہ گنج بس اسٹینڈ، اورنگ آباد (مہاراشٹر)
چھیاں۔چھیاں (ماہیوں کا مجموعہ)	۱۹۹۹ء	فروغ روہوی	۱۱۲	۱۰۰/-	گلستان پبلی کیشنز، ۲۹، عذرا کریا اسٹریٹ، کلکتہ 14
خطوط معروف	۲۰۰۰ء	سید معروف حسین بستوی	۶۸	۱۸/-	باقر منزل، گاندھی نگر، بستی U.P
درود رماں (شاعری)	۲۰۰۱ء	منظور عثمانی	۲۵۶	۲۰۰/-	کتب خانہ انجمن ترقی اردو، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶
دکنی غزلوں کا انتخاب	۱۹۹۶ء	ڈاکٹر محمد علی اثر	۱۵۰	۴۰/-	نشاط پبلشرز، 204-226/9 چوک، حیدرآباد 2
راحت و صحت (سہ ماہی)	۲۰۰۰ء	قاضی محمد تحسین عالم	۴۵۴	۱۰۰/-	راحت پبلی کیشنز ۱۸۶۱، کلاں محل، دریا گنج، نئی دہلی۔2
زاد آخرت	۲۰۰۱ء	زین العابدین بستوی	۱۵۴	۵۰/-	مکتبہ الفہیم، مرزا ہادی پورہ، مئوناتھ بھنجن U.P
شمس الاسلام ماہنامہ (آخری پیغام حق)	۲۰۰۱ء	صاحبزادہ ابرار احمد بگوی	۱۰۴	۳۰/-	مجلس مرکزیہ حزب الانصار، شارع جامع مسجد بھیرہ سرگودھا (پاکستان)
شناخت (شاعری)	۲۰۰۱ء	ضمیر ساجد	۱۲۸	۸۰/-	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025

کلیات صفی اورنگ آبادی	۲۰۰۰ء	محبوب علی خاں اخگر	۵۲۸	۲۵۰/۔	حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدر آباد500002
کتنا بدل گیا انسان (ہندی افسانے)	۲۰۰۰ء	نوشاد مومن	۱۲۸	۱۲۰/۔	مژگان پبلی کیشنز احمد ولا، J-285، توپسیا روڈ، کلکتہ
گلدستۂ نعت	۲۰۰۱ء	عادل اسیر دہلوی	۴۸	۱۵/۔	ملک بک ڈپو 3212، ترکمان گیٹ، دہلی110006
لوگ (افسانے)	۲۰۰۱ء	اقبال انصاری	۱۲۸	۱۵۰/۔	F-176، پانڈو نگر، دہلی110091
مسئلہ تقلید کی حقیقت	۲۰۰۱ء	مولانا مسعود	۱۰۵	۲۰/۔	اہل حدیث اکیڈمی، مئوناتھ بھنجن
مقدس رسول بجواب "رنگیلا رسول"	۲۰۰۱ء	مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	۱۱۹	۴۳/۔	مکتبہ الفہیم، مئوناتھ بھنجن
ہندوستان کے تعمیر و ترقی کے ڈھائی ہزار سال		عبید اللہ کوثی ندوی	۴۰	۲۲/۔	کتب خانہ انجمن ترقی اردو، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

تبصرے کے لیے اپنی کتاب کی دو جلدیں ارسال فرمائیں

مشاہیر اردو کی ڈائرکٹری

جناب بشارت فروغ (ایڈووکیٹ) مشاہیر اردو مرتب کر رہے ہیں، جس میں زندہ مشاہیر (ادباء، شعراء، علماء اور صحافی) حضرات کے مندرجہ ذیل کوائف شامل ہوں گے:

پورا نام، ولدیت، شاعر ہے تو تخلص اور تلمذ، پتا، تاریخ ولادت مع جائے ولادت، تصانیف مع سن اشاعت۔

اس سلسلے میں موصوف نے تمام حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنی تفصیلات بذریعہ ڈاک جلد از جلد روزانہ فرمائیں۔ نیز "وفیات مشاہیر اردو" (حصہ دوم) بھی تیاری کے مراحل میں ہے اس کے لیے بھی وفیات مع مندرجہ بالا کوائف درج ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں۔

پتہ

بشارت فروغ (ایڈوکیٹ)
شاہ آباد گیٹ، رامپور.244901 (یوپی)

URDU BOOK REVIEW
ADVERTISEMENT TARIFF
(W.e.f. 1-1-2000)

FULL PAGE	Rs.1600.00
HALF PAGE	Rs. 900.00
QUARTER PAGE	Rs. 500.00
BACK COVER (Title)	Rs.3500.00
INNER COVER (Title) (Coloured)	Rs. 2500.00

Attractive Discount for six continuous insertions.

READERSHIP

Govt. Libraries, Pvt. Libraries, University Libraries, University Departments, Colleges, Schools, Institutions, Organisations, Publishers and Book-Sellers, Businessmen, Authors, Research Scholars & Abroad.

Please make your cheque/D.D favouring:

URDU BOOK REVIEW

ہمیشہ یاد رکھیئے

دیرپا اور فرحت بخش خوشبو کے لیے

حامی اینڈ کمپنی کا

o عطر مجموعہ ۹۸ o عطر نسیم o عطر زینت
o روح گلاب o جنت الفردوس o باغ بہار

دیگر تفصیلات اور ایکسپورٹ کیلئے

اس پتہ پر لکھیں:

حامی اینڈ کمپنی، جامع مسجد، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۲